ماہنامہ الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : —— ۲۴

شمارہ : —— ۷

رمضان المبارک شوال : —— ۱۴۰۹ھ

اپریل : —— ۱۹۸۹

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر:
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

معاون مدیر: مولانا عبدالقیوم حقانی ○ ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائیلنگ سسٹم
۳۲۵/۳۲۱/۳۲۰
کوڈ نمبر: ۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

بدل اشتراک : پاکستان میں سالانہ ۵۰ روپے - فی پرچہ ۵ روپے - بیرون ملک بحری ڈاک ۸ پونڈ - بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲ پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

قائدِ انقلاب اسلامی حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

سے

روزنامہ جنگ کے پینل کا قومی، ملکی اور ملی مسائل پر ایک اہم انٹرویو

مدیر الحق جناب حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ مارچ کے آخر اور اپریل کے آغاز میں کراچی میں متحدہ علماء کونسل کے اجلاس اور اسلامی جمہوری اتحاد کے تاریخی جلسہ میں شرکت اور دیگر کئی اہم قومی و ملی امور کے سلسلہ میں کراچی میں مصروف رہے۔ اسی دوران ملک کے معروف اخبار "جنگ" کے لئے جناب عارف الحق اور جناب نصیر احمد سلیمی اور ان کے رفقاء پر مشتمل ایک پینل نے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے ملکی قومی اور ملی سطح کے اہم مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ سوال و جواب کا یہ سلسلہ ایک مفصل انٹرویو بن گیا۔ چونکہ آپ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل اور اسلامی جمہوری اتحاد کے نائب صدر بھی ہیں اس حیثیت سے جنگ پینل کے شرکاء نے کئی ایک نازک ترین اور حساس موضوعات پر آپ کی آراء حاصل کرنے میں ہمہ پہلو حامل سوالات بھی کئے۔ حضرت مدیر "الحق" کے مفصل اور بعض اجمالی مگر جامع جوابات میں ملک کی تازہ ترین صورت حال، اندرون ملک سازشیں، سرحدات پر خطرات کے منڈلاتے ہوئے بادل کراچی میں فسادات، نسلی اور لسانی عصبیتوں کے اسباب، عالم اسلام کا اہم ترین مسئلہ جہاد افغانستان اس کا پس منظر و پیش منظر، ملک کی خارجہ پالیسی پر روسی لابی کا شب خون، افغان عبوری حکومت تسلیم کرنے میں حکومت پاکستان کا مذموم رویہ، سرحد میں نئے گورنر کے تقرر کا مسئلہ۔ اور اس سلسلہ کے خطرناک مضمرات کی نشاندہی، آزادی ہند اور جہاد افغانستان میں علماء حق کے تاریخی کردار کا تسلسل، پختونستان کے شوشہ کی حقیقت، موجودہ حکومت کے حالیہ عرصہ اقتدار کا اجمالی تجزیہ، اسلامی جمہوری اتحاد کی ضرورت، مقاصد عزائم اور قیادت کی ذمہ داریاں اور فرائض، آٹھویں ترمیمی بل، اسلامی اور شرعی نقطہ نظر سے اس کی توضیح جس سے تصویر کے دونوں رخ سامنے آجاتے ہیں اور دیگر کئی ایک اہم موضوعات

پہ بڑے واضح بے تکلف بغیر کسی ابہام و اندیشہ لومۃ لائم کے صحیح صورت حال اور ایک صاف آئینہ قوم کے سامنے آگیا ہے جس میں "افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر" کی عزیمت، قومی رہنماؤں اور سیاستدانوں کے سامنے واضح لائحہ عمل، ملکی سالمیت اور استحکام کے بنیادی نقاط، قومی ترقی، اسلامی انقلاب اور تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں کے اہداف، اور خدا کی بارگاہ میں سرخروئی اور کامیابی کی سیدھی راہ کی اس طرح نشاندہی کردی گئی ہے کہ تمام سنگ میل بے غبار ہوگئے ہیں جسے احقر نے کیسٹ سے نقل کر کے افادہ عام کی غرض سے صفحۂ قرطاس پہ منتقل کر دیا ہے۔

خدا کرے کہ ارباب حل وعقد، رہنمایان قوم، علماء دین اور عامۃ المسلمین بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔ (عبدالقیوم حقانی)

کراچی میں نسلی اور لسانی عصبیتوں سے بغاوت کا بھرپور مظاہرہ

عارف الحق۔ مولانا! ہم جنگ فورم میں آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں یہ اچھا موقع ملا کہ آپ جلسہ عام میں شرکت کرنے کے لئے آئے اور کچھ وقت آپ نے ہمارے لئے نکال دیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ چند بڑے بڑے مسائل پہ اظہار خیال کریں۔ تو سب سے پہلے میں چاہوں گا کہ یہ کراچی میں جو جلسہ ہوا اس میں عوام کا جوش وخروش اور جذبہ آپ نے بھی دیکھا اس کی وجہ بیان فرمادیں کہ کراچی، حیدرآباد اور سندھ کے مخصوص حالات میں ایسا کیوں ہوا۔ اس لئے کہ یہاں الیکشن میں عوام نے آئی جے آئی کا ساتھ نہیں دیا تو پھر یہ چار ماہ بعد ایسا کیوں ہوا؟ تو کیا یہ پی پی پی یا دوسری قوتوں سے عوام کی مایوسی تھی۔ اس پہ اظہار خیال کریں۔

مولانا سمیع الحق۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب عارف الحق صاحب! میں انتہائی ممنون ہوں کہ آپ حضرات نے ملک کے ایک مؤقر جریدہ کی وساطت سے اظہار خیال کا موقع دیا۔ میں آئی جے آئی کے جلسے میں آیا تھا۔ میری ایک دیرینہ خواہش تھی اور جن لوگوں کو کراچی کے حالات کی شدت کا احساس ہے اور درد والم محسوس کرتے ہیں ان کی تمنا تھی کہ ہم اور تماشائی نہ رہیں خود جا کر حالات کا جائزہ لیں۔ لوگ یہاں جن لسانی اور نسلی عصبیتوں کی دلدل میں ڈال دئے گئے ہیں تو یہاں ہم اخوت اسلامی کی بھائی چارے اور مسلم امہ ہونے کی حقیقت کو ابھاریں اور محبت کا پیغام دیں تو مجھے بھی یہ توقع نہیں تھی کہ اتنے جوش اور پذیرائی کا یہاں کے لوگ مظاہرہ کریں گے۔

بظاہر تو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہاں پی پی پی اور ایم کیو ایم کے علاوہ کوئی دوسرا نام ہی نہیں سن سکے گا مگر جس والہانہ انداز کا یہاں استقبال ہوا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی ایک شخص کا نہیں تھا نہ نواز شریف اور نہ میرا بلکہ

یہ ان عظیم مقاصد کا تقاضا تھا جن کا اسلامی جمہوری اتحاد نے بیڑا اٹھایا ہے پھر یہ حالات بھی ایسے تھے کہ جیسے لوگ ظلمت میں ادھر اُدھر بھٹک رہے ہوں پریشان ہوں تو گویا آئی جے آئی کے رہنماؤں کی شکل میں انہیں روشنی کی ایک کرن محسوس ہوئی اور جیسے سمندر میں کوئی ڈوب رہا ہو کوئی ہاتھ ان کی طرف بڑھ کر انہیں نکالنے کی کوشش کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ گویا لوگوں میں نئی جان آ گئی کہ خدا کا شکر ہے کہ اس ملک میں کچھ لوگ اسلامی اخوت کا درد رکھنے والے اور پیغام لانے والے بھی ہیں۔ تو عوام کے ان جذبات کا اظہار گویا ان نسلی و لسانی عصبیتوں سے ایک طرح بغاوت کا اظہار تھا کیونکہ یہاں بحمد اللہ پاکستانی اور اسلامی ذہن رکھنے والوں کی اکثریت چند مفاد پرست طالع آزماؤں نے یہاں ایسے حالات پیدا کئے ہیں۔ تو میرے خیال میں ہمارے دورے کے اور جلسہ اور جلوس کے بڑے مثبت اثرات کراچی بلکہ پورے سندھ میں پڑیں گے۔ اور ہمیں پورے سندھ میں جانا چاہئے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ وقتی طور پہ لوگ اگر اتحاد کو سندھ میں کامیابی نہیں ملی اس کے بھی کئی عوامل تھے کئی جگہ اتحاد سے ہم آہنگ خیالات رکھنے والے، اتحاد کے مشترکہ مقاصد سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑے ہوئے بعض سیٹوں پہ اپنوں نے اپنوں کی ٹانگیں کھینچیں پھر بھی کچھ سیٹیں اتحاد کو ملیں اور ووٹوں کی شرح مایوس کن نہیں۔

تو میرا پیغام یہ ہے کہ یہاں سندھ میں مسلم قومیت کا جذبہ ابھارا جائے گھر سے آواز اٹھے کہ نہ میں پٹھان ہوں، نہ پنجابی، نہ سندھی، نہ مہاجر نہ بلوچ بلکہ مسلم ہوں

اور ہمیں خوشی ہے کہ کل کے جلوس میں ہزاروں افراد اور نوجوان ان سب نعروں کی نفی کرتے رہے صرف اور صرف مسلم ہونے کے نعرے لگاتے رہے۔ رمضان المبارک کے موقع سے مزید فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے کہ علماء اور مشائخ جمعہ کے خطبوں، محافل شبینہ اور دیگر اجتماعات میں لوگوں کو سمجھایا جائے کہ لوگوں کا رجوع رمضان شریف میں مساجد کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ لوگوں کو سمجھایا جائے کہ ان قومی نعروں کی آڑ میں ایک دوسرے کے گلے کاٹنے سے تم تو مسلمان ہی نہیں رہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا لا ترجعوا بعدی کفارا اور اس کی تشریح یہ کی کہ یضرب بعضکم رقاب بعض کہ ایک دوسرے کے گلے کاٹنے لگ جاؤ۔ تو یہ تو کافروں کا شیوہ ہے مسلمانوں کا نہیں، میں نے کل جلسہ میں بھی یہی کہا کہ اس وقت تم خود کو پٹھان، سندھی، پنجابی اور مہاجر تو کہلا سکتے ہو لیکن خود کو مسلم نہیں کہہ سکتے۔ جب تک قتل قتال اور لوٹ کھسوٹ کا بازار ختم نہیں ہوگا۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ کراچی پہ اس جلسہ کے اثرات اچھے مرتب ہوئے اب اتحاد کو اپنی مہم یہاں تک محدود نہیں رکھنی چاہئے بلکہ گلی گلی کوچے کوچے قریہ قریہ یہ پیغام پہنچانا چاہئے جو کراچی اور سندھ کے حالات پر ہر وقت نگاہ رکھ سکے۔ ان حالات پر

کنٹرول پیپلز پارٹی اور برسر اقتدار طبقہ کے بس کی بات نہیں وہ تو حالات سدھارنے میں قطعی نااہل ثابت ہو چکے ہیں

اندرون ملک اور سرحدات پر خطرات کے منڈلاتے ہوئے بادل آئی جے آئی کی ضرورت مقاصد عزائم اور فرائض

عارف الحق ! یہ جو سلسلہ آئی جے آئی کا شروع ہوا اسے ایک اچھا آغاز کہا جا سکتا ہے مگر اسے اگر بیچ میں وقفہ دیا گیا تو کیا یہ جذبہ ختم نہیں ہوگا اور کیا اس ٹیمپو کو بڑھانے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق ! اس ٹیمپو کو ہر حالت میں بلا تعطل اور وقفہ کے بڑھانا ضروری ہے۔ ہمارے مقابلہ میں برائی کی قوتیں ہیں جو بڑی منظم اور تیزی سے آرام و راحت کا لحاظ کئے بغیر سرگرم عمل ہیں۔ ذرائع ابلاغ ٹی وی۔ ریڈیو پاکستان کی پالیسیاں آپ کے سامنے ہیں۔ آپس میں گٹھ جوڑ ہو رہے ہیں۔ بین الاقوامی سازشیں بھی سرگرم عمل ہیں ان حالات کی تبدیلی صرف سادہ اکثریت کے ذریعہ نہیں ہوگی بلکہ

> جو عالمی اسلام دشمن قوتیں ہیں وہ اسلام کا تشخص ختم کرنا چاہتے ہیں۔ روسی لابی تو سامنے ہے لادینیت کی ساری قوتیں متفق ہیں کہ اس ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے

اور میں تو کہتا ہوں کہ یہ پروگرام صرف اس حد تک محدود نہیں کہ یہاں کی اخلاقی قدریں توڑ پھوڑ دی جائیں اسلامائیزیشن کے رہے سہے نشانات اور نقوش مٹا دئے جائیں بلکہ ملک کا تیا پانچہ کرنے کی کوششیں متحرک ہو گئی ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ شمالی علاقہ جات میں یہ سلسلہ چل پڑا ہے۔ سرحد میں بھارت سے مفاہمت کے نئے ڈول ڈالے جا رہے ہیں۔ یہ ساری چیزیں ہیں مجبور کر رہی ہیں کہ ہم ایک لحہ خاموش نہ بیٹھیں۔ اسلامی جمہوری اتحاد اپنے آپ کو ایک کارزار اور ایک میدان جہاد میں کھڑا محسوس کرے کسی ایک یا دو صوبوں میں حکومت کا حصول اگر آئی جے آئی کا مقصد ہے تو یہ کوئی بلند مقصد نہیں ہوگا اسے تو مسلسل ایک مجاہد اور محافظ ملک و ملت کا کردار ادا کرنا ہوگا۔

جہاد افغانستان میں امریکی عمل دخل کی حقیقت

عارف الحق ! مولانا ہم دیکھ رہے ہیں کہ ضیاء الحق مرحوم کے دور میں تو کہا جاتا تھا کہ امریکہ کا عمل دخل ہے مگر اس وقت تو امریکہ کچھ فاصلے پر رہتا تھا مگر اب امریکہ کے عمل دخل میں کیا کچھ کمی آگئی ہے ؟

مولانا سمیع الحق ! عارف صاحب ! جہاں تک میں سمجھتا ہوں افغان مسئلہ کو لیجئے جس میں امریکہ کا نام بہت اچھالا گیا تو جب جہاد ہو رہا تھا تو امریکہ کا ایک سپاہی وہاں اب تک نہیں پایا گیا نہ اس کا وہاں کوئی مشیر پایا گیا

امریکہ تو ابتداء میں خاموش تماشائی تھا اسے افغان مجاہدین کی ایمانی قوت کا اندازہ نہیں تھا جس سرفروشی سے اور بےبسی کے حالات میں مجاہدین ابتدائی چند سالوں میں لڑتے رہے اس سے امریکہ کی بھی آنکھیں کھل گئیں اور اسے محسوس ہوا کہ یہ تو اپنی آزادی کے لئے سب کچھ لٹا دینے والی قوم ہے۔

پھر امریکہ نے بھی دیگر اقوام کی طرح ذاتی مفادات میں دلچسپی لینی شروع کی لیکن آخر تک افغان مجاہدین خود لڑ رہے ہیں

بلاشبہ اس میں صدر ضیاء الحق مرحوم کی مدبرانہ پالیسی کا بھی دخل تھا اور یہ اس پالیسی کی حقانیت کا واضح ثبوت ہے کہ موجودہ حکومت آئی تو پھر بھی اس پالیسی پر بظاہر کاربند رہنے پر مجبور ہوئی مگر دل سے اس پالیسی پر یہ قوتیں راضی نہیں ہیں اور کسی طرح پالیسی کے مثبت اثرات کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جارہی ہیں۔ اور حالات اس حد تک بدل گئے ہیں کہ راجیو گاندھی اس جنگ میں اپنے پائلٹ جھونکنے لگ گیا ہے۔ بھارت کھل کر مجاہدین کے سامنے آگیا ہے۔ راجیو گاندھی اپنے طور پر اتنی جرأت شاید نہ کرسکتا کہ پشاور سے چند میل کے فاصلے پر اس کے پائلٹ آکر بمباری کریں۔ حالات کی تبدیلی سے قبل کبھی ہندو کی اس جنگ میں عملاً شریک ہونے کی خبر نہیں آئی تھی۔ شاید راجیو گاندھی کو بھی حالات کی تبدیلی کا اشارہ ملا ہو۔

صدر ضیاء الحق مرحوم اور جہاد افغانستان

عارف الحق! آپ نے ضیاء الحق مرحوم کا بھی ذکر کیا۔ آپ اس جنگ میں ضیاء الحق کا کیا مقام متعین کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق! ان کا مقام تو مجاہدین نے خود متعین کردیا ہے کہ ان سے جب پوچھا گیا کہ اس جہاد میں آپ سب سے بڑا خسارہ کونسا محسوس کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمارے تیرہ چودہ لاکھ افراد جان کی قربانی دے چکے ہیں لاکھوں اجڑ گئے مسجدیں تباہ ہوئیں بستیاں ویران ہوگئیں مگر ان سب چیزوں میں سب سے بڑا خسارہ ہمارا ضیاء الحق کا سازش کے ذریعہ شہید کیا جانا ہے۔ اس بات سے ان کے جذبات کا اندازہ لگایئے کہ ضیاء الحق ہمارے لئے اگر نہیں مگر ان کے لئے بہت اہم تھے۔

میرا خود صدر ضیاء الحق سے اختلاف رہا لڑائی رہی ہم ان سے الجھتے رہے مگر جہاں تک جہاد افغانستان کا تعلق انکو تاریخ عالم اسلام میں آگے چل کر طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم جیسے فاتحین کا مقام دے گی

ان کے جہاد کی اس پالیسی نے مسلمانوں کو نئی زندگی بخشی اور سامراجی سپر طاقتیں آئندہ سو دو سو

برس تک کسی مسلمان ملک سے پنجہ آزمائی سے قبل ہزار بار سوچیں گی کہ ہمیں کس قوم سے واسطہ پڑے گا۔

عارف الحق! مولانا! اب ان کا بیٹا اعجاز الحق بھی آئی جے آئی میں شمولیت کا اعلان کرچکا ہے اور اس نے اپنے مقاصد بھی متعین کر دئیے ہیں اس پر آپ کیا روشنی ڈالیں گے۔

مولانا سمیع الحق! مجھے ان کے اس اعلان سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ وہ کل سارا دن جلوس میں میرے ساتھ ساتھ تھے وہ بھی لوگوں کے جذبات اسلام سے وابستگی اور نسلی لسانی عصبیتوں سے بیزاری کے مظاہروں سے بڑے خوش ہو رہے تھے ان کا عوامی میدان میں یہ پہلا موقع تھا میں نے کہا یہ حق کی جنگ جو ہم لڑ رہے ہیں اس میں اب آپ سپاہی طور پر ہمارے شانہ بشانہ چلیں اور بلا جھجک لوگوں کی باتوں کی پرواہ کئے بغیر کھل کر آپ کو سامنے آنا چاہئے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ انہوں نے رات کے جلسہ میں اعلان کیا اور ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانے کے بجائے آئی جے آئی کے ساتھ شریک ہو کر سرگرم عمل ہو گئے ہیں وہ مسلم لیگ میں شامل نہیں ہوئے بلکہ اسلامی جمہوری اتحاد میں شریک ہوئے ہیں اور آئی جے آئی کے تمام مقاصد میں کھل کر ساتھ دینے کا اعلان کیا۔

تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی پارٹی ہم میں سے اگر ان مقاصد سے غداری کرے خدانخواستہ بشمول مسلم لیگ جمعیۃ علماء اسلام اور جماعت اسلامی کے، تو میرے خیال میں عوام اس پارٹی کو مسترد کر دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں اگر مسلم لیگ نے بھی ان مقاصد سے کوئی انحراف کیا تو جناب اعجاز الحق ہمارا ساتھ دیں گے اور آئی جے آئی کے مقاصد کا ساتھ دیں گے۔ ہم نے آئی جے آئی کا اتنا بڑا ٹیمپو بنایا ہے۔ کہ اس کے خلاف جو جاتا ہے تو چلا جائے مگر یہ پلیٹ فارم ہمارا متاثر نہ ہوگا۔

لسانی اور نسلی عصبیتیں، سیاسی قیادت کا اجتماعی جرم، اور ملک کی خارجہ پالیسی پر شب خون

عارف الحق! کراچی میں لسانی عصبیتوں کو جو فروغ ملا ہے اس میں قومی جماعتوں کا بھی کچھ حصہ ہے یا نہیں کہ انہوں نے یہاں لوگوں کے مسائل سے صرف نظر کیا اب آئی جے آئی کا یہاں کے کسی بھی طبقہ یا زبان بولنے والوں اردو، سندھی، پنجابی یا پشتو بولنے والوں کے مسائل پر توجہ کا پروگرام ہے؟

مولانا سمیع الحق! کراچی میں جو حالات پیدا ہوئے ہیں اس سے ملک کی کوئی سیاسی جماعت بھی بری الذمہ قرار نہیں دی جا سکتی۔ اندر لاوا پک رہا تھا ہنگامی وقتی نعروں اور سیاسی مفادات کے لئے تو لڑ رہے تھے جناب نورانی صاحب جناب اصغر خان صاحب اور دوسرے قومی رہنماؤں اور ہم سب کو پہلے مرض کی تشخیص کرنی چاہئے تھی۔ کراچی کے اصل مسائل کے حل کے لئے اکٹھے ہو کر ڈٹ جانا چاہئے تھا۔ اصل چیز جو مسلم قومیت کی ہے اور اس کی اہمیت ہے بدقسمتی سے وہ بھی پس پردہ چلی گئی۔ لوگ کچھ فرقہ واریت میں بٹ گئے کچھ دینی اور لادینی، سیکولر

اور کچھ غیر ملکی عناصر کے ہتھے چڑھ گئے اور سازشیں روز افزوں ہوتی رہیں۔

قومی رہنماؤں کو ابتدائے روز سے مسلم قومیت کا نعرہ لگانا چاہئے تھا

پھر جہاں مختلف الخیال مختلف النسل اور مختلف زبانوں والی قومیتیں رہ رہی ہوں وہاں تو قومی سطح کے تمام سیاستدانوں کو اپنی توجہات اسی طرف مبذول رکھنا چاہیئے۔

عارف الحق! اب آئی جے آئی ان حالات کو کس نظر سے دیکھتی ہے کیا سندھ کے حالات میں بھارت کی لابی کا بھی عمل دخل ہے؟

مولانا سمیع الحق! میں سمجھتا ہوں کہ آئی جے آئی پنجاب میں موثر رہی ہے وہاں الحمدللہ کہ لسانی اور قومی عصبیتیں بھی ابھریں۔ جب اس کے سامنے پورے ملک کی قیادت اور پوری قوم کی رہنمائی کرنا ہے تو آئی جے آئی ہرگز نسبی اور نسلی عصبیتیں نہیں ابھارے گی۔ وہاں آئی جے آئی کو مضبوط سہارا اور اعتماد کا ووٹ بار بار مل گیا ہے سیاسی استحکام بھی حاصل ہوگیا ہے تو آئی جے آئی کی قیادت بالخصوص میاں نواز شریف صاحب کو سندھ اور دوسرے تین صوبوں کے مسائل پہ بھرپور توجہ دینی چاہئے اور وہ قومی سطح کی ایک جماعت کے سربراہ ہیں ان کو پوری شدومد سے سندھ پر توجہ دینی چاہئے۔ علماء، مشائخ، سیاسی کارکنوں اور رضا کاروں کے وفود بناکر قریہ قریہ پھیلا دینا چاہئے اسلامی جمہوری اتحاد کو سندھ صورتحال اور بیرونی سازشوں کا انسداد کرنا چاہئے۔ اس کو سرحد میں بھی تغیر پذیر حالات پر نگاہ رکھنی ہوگی۔

آج حالات ایسے ہیں کہ خارجہ پالیسی تبدیل نہیں کی جاسکتی اور یہ جو چکر چلا ہے صوبہ سرحد میں ولی خان کی پارٹی کا گورنر بنا دیا جائے اور ان کو سہارا دیا جائے۔ درحقیقت یہ لوگ ایک تیر سے دو شکار کھیلنا چاہتے ہیں یہ لوگ پیچھے سے عقب سے اس انداز سے ملک کی خارجہ پالیسی پر شب خون مارنا چاہتے ہیں کہ مجاہدین مقاصد تک نہ پہنچ سکیں اور روس اور امریکہ بھی ناراض نہ ہو۔

افغان عبوری حکومت کے تسلیم کرنے اور سرحد کے نئے گورنر کے تقرر کا مسئلہ

عارف الحق! یہ بے نظیر نے جو کہا ہے کہ ولی خان کو اختلاف رائے کا حق ہے؟

مولانا سمیع الحق! یہ اختلاف رائے کی بات نہیں ہے یہ تو کلہاڑی لے کر ملک کے بنیادوں کو ڈھا دینے کی بات ہے بلکہ وہ تو ملک کی خارجہ پالیسی کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر واقعۃً ملک کی خارجہ پالیسی تبدیل کر دی گئی ہے

پھر تو کھل کر اعلان کر دینا چاہیئے کہ ہماری وہ پالیسی نہیں ہے جو اب تک افغان مسئلہ میں ہم نے خارجہ پالیسی اختیار کی تھی۔ جناب ولی خان صاحب تو اختلاف رائے کی بات نہیں کر رہے وہ تو ملکی اساسی بنیادوں کو توڑنے کی بات کرتے ہیں وہ تو روس اور راجیو کو علی الاعلان کہہ رہے ہیں آؤ دیکھو! پاکستان افغانستان میں بڑھ رہا ہے، پاکستان مداخلت کر رہا ہے پاکستان کو وہ سامراجیت کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ اختلاف رائے کی پوزیشن میں نہیں ان کی تو جدوجہد یہی ہے کہ مجاہدین پسپا ہو جائیں اور ان کی حاصل شدہ قربانیاں ضائع ہو جائیں۔

عارف الحق! سرحد میں گورنر کی تبدیلی کا مسئلہ بھی آئی جے آئی اور آپ کے لئے اتنا ہی اہم ہے کہ آپ اس کی مخالفت شدت سے کریں گے۔

مولانا سمیع الحق: بالکل یہ مسئلہ ہم نے ابتداء میں اپنی جماعت کی سطح پر بھی اٹھایا تھا اور جب ہمیں پتہ چلا کہ ایسا فیصلہ ہونا ہے تو اعلیٰ سطح کے ذمہ دار افراد سے ہم نے کہا کہ میری کسی سے ذاتی مخالفت نہیں مگر خدارا منزل تک پہنچنے والی جدوجہد اور اینڈ پر پہنچنے والے مجاہدین کی قربانیوں کو اس سے خطرہ ہے۔ ہم نے صدر پاکستان تک اپنا موقف پہنچا دیا ہے اور کہا کہ یہ وہ حالت نہیں جو ارباب سکندر خان مرحوم کے دور میں تھے اور اب تو یہ ایسا ہے کہ جیسا ہم نجیب اللہ کو بلائیں اور پشاور میں اسے بٹھا دیں۔ اور اگر واقعۃً پیپلز پارٹی کو ولی خان کی جماعت سے محبت ہی ہے اور ان کا گورنر لگائے بغیر چارہ ہی نہیں تو پھر وہ سندھ میں لگا دیں۔ پنجاب میں جناب ٹکا خان کی جگہ پہ لگا دے لیکن سرحد اور بلوچستان میں ان کے گورنر کا تقرر مجاہدین کی قربانیوں سے استہزا کے مترادف ہے۔ موجودہ حالات میں اگر کوئی انہیں بلیک میل کرنا چاہتا ہے ان کی مجبوریاں ہیں انہوں نے چند روزہ وزارتوں کو باقی رکھنا ہے مگر سرحد میں نقصان پہنچے گا اس لئے کہ وہ دفاعی لائن ہے اس سے چند میل کے فاصلہ پہ لڑائی جاری ہے۔ اس دفاعی لائن پہ لاکھوں مہاجرین پڑے ہیں ان کے ہزاروں مسائل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ ان تمام مہاجرین کو یہاں سے اٹھا کر سائبیریا میں پھینک دیں۔ پھر شمالی علاقہ جات کا مسئلہ ہے۔ وہاں تو بیحد محتاط گورنر ہونا چاہیئے۔ محب وطن شخص کا تقرر ہو جو علی الاعلان کہے کہ میں مستحکم پاکستان اور اس کے اساسی نظریات پہ یقین رکھتا ہوں اور جہاد افغانستان کو حق سمجھتا ہوں مگر جو لوگ کھل کر کہہ رہے ہیں کہ یہ جہاد نہیں ہے افغانی غدار ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تو ولی خان صاحب کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ اس نے ہر صورت میں اپنا موقف کھل کر حکومت پر واضح کر دیا ہے۔ ہماری آنکھیں کھول دی ہیں افغان پالیسی کے بارے میں اس نے راجیو وغیرہ کو خطوط لکھے ہیں اور پوری قوم کی آنکھیں کھول دی ہیں تو یہ لوگ روس وغیرہ کے ایسے مخلص ترجمان ہیں کہ شاید اتنا مخلص ایجنٹ کسی کو میسر نہ ہو۔ اگر ولی خان جیسے دھن کے پکے سیاستدان کاش محب وطن اور اسلام پسند قوتوں کے ساتھ ہوتے تو ملکی سطح پر قائدین بن جاتے۔ تو جناب اس وقت ہماری خارجہ پالیسی کی عجیب صورت بن رہی ہے۔ افغان عبوری حکومت

کا مسئلہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ افغان مجاہدین خود متفق نہیں ہو رہے اور اس بات کا بڑھا چڑھا کر پروپیگنڈہ کیا گیا۔ مگر خدا کا فضل ہے وہ تو متفق ہو گئے ہیں ہر سازشوں کو ناکام کر دیا ہے

افغان عبوری حکومت تشکیل دی جاچکی ہے ساری دنیا سے انہوں نے لوہا منوالیا کہ ہم نے سارے اختلافات ختم کر لئے ہیں تو حکومت پاکستان کو بھی چاہیئے تھا

کہ اسی روز اعلان کر دیتی اور سب سے پہلے افغان عبوری حکومت کو تسلیم کر لیتی۔

مجددی صاحب نے اس دن کہا تھا کہ افغان قائدین پر عدم اتفاق کا اعتراض کرنے والے اب خود کیوں متفق نہیں ہوتے اور کہا یہ خطرہ تو نہیں کہ ہمیں ایک میان میں کہیں دوسری تلوار نہ سمجھ لیا گیا ہم تو فقراء مہاجرین ہیں جنگ افغانستان اور جہاد میں پاکستان کو جو عظیم مقام ملا تھا اسے عبوری حکومت کے تسلیم کرنے میں تاخیر در تاخیر سے بے حد دھچکا لگا اور بڑی رسوائی ہو رہی ہے ہمیں تسلیم کرنے میں فسٹ مقام ملنا چاہئے تھا وہ نہیں تو دوسرا ورنہ تیسرا۔ اگر یہی حالت رہی تو شاید ہم اس امتحان میں صرف صفر اور زیرو ہی حاصل کر سکیں۔ سعودی عرب کے علماء علامہ محمد محمود صواف، شیخ عبدالمجید زندانی ہمارے ہاں اکوڑہ خٹک تشریف لائے تھے کسی نے سعودی عرب سے اطلاع دی کہ وہاں کی حکومت نے افغان عبوری حکومت کو تسلیم کئے جانے کا اعلان کر دیا ہے تو انہیں بے حد خوشی ہوئی۔ مگر ساتھ ہی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ کاش! یہ سبقت کا مقام پاکستان نے حاصل کیا ہوتا کہ اس کی سرزمین ہی کا افغان مجاہدین نے دفاع کیا اور جانیں لٹائیں۔

آزادیِ ہند اور جہاد افغانستان میں علماء حق کا یکساں کردار

عارف الحق! مولانا! یہ جو ولی خان آئے دن کہتا ہے کہ سرحد کی دینی قوتیں اور علماء سامراج کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اور علماء نے آزادیٔ ہند میں بھی سامراج کا ساتھ دیا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

مولانا سمیع الحق! میں کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ ماضی کے بجائے حال کی روشنی میں کیوں نہیں کیا جاتا۔ چلئے ماضی میں بھی عظیم جنگ جو انگریز کے خلاف لڑی گئی تھی اس میں علماء حق سرفہرست تھے اس کا آغاز بھی شاہ اسمٰعیل شہیدؒ شاہ ولی اللہؒ اور سید احمد شہیدؒ نے کیا تھا۔ سو سال تک مجاہدین علماء اس سامراج کے خلاف لڑ رہے تھے اور ان لوگوں کے آباء و اجداد، خوانین، سردار، وڈیرے اور خان بہادر اور ان کا کردار بھی آپ کے سامنے ہے کہ ان کا کردار کیا تھا؟ سامراج صرف سفید چمڑی والا نہیں ہوتا۔ سامراج تو سامراجی استعماری قوتوں کا نام ہے جو نوآبادیاتی

سسٹم اور لوگوں کو محکوم اور غلام بنانے کا نظام ہے۔ تو اس وقت صوبہ سرحد اور افغانستان میں جو صورت حال پیش آئی۔ کیا روس سامراج نہیں تھا؟ وہ ٹینکوں پر بیٹھ کر نہیں آیا تھا؟ اس نے افغانستان کو تہس نہس نہیں کیا تھا۔ اس عظیم سرخ سامراج کے اس عظیم ظالمانہ اقدام کے بعد ولی خان کا کیا کردار تھا۔ اور علماء کا کیا کردار تھا۔ اس کا حال کی روشنی میں نوٹس لیا جائے۔ دونوں کردار ہمارے سامنے ہیں۔ بوریا نشین مولوی، طلبہ اور فقراء نے چٹائیاں اور مساجد کے فرش چھوڑے اور میدان کارزار میں جاکر روس کو پسپا کر دیا

> جہاد افغانستان میں سب سے زیادہ شہید ہونے والے علماء اور دینی مدارس کے طالب علم ہی تو ہیں۔ اور الحمدللہ کہ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فضلاء اور طلبہ کو سب سے بڑھ کر اس جہاد میں امتیازی مقام حاصل رہا۔

اور ولی خان کا کیا کردار رہا۔ اس نے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا۔ سامراج کا ساتھ دیا۔ وہ کس منہ سے کہتا ہے کہ ہم سامراج کا مقابلہ کرتے ہیں۔ کیا اس وقت بھی وہ امریکہ کے ساتھ نہیں ہے؟ پیپلز پارٹی کی پالیسی ساری امریکی پالیسی ہے۔ اور ولی خان اب اس مؤقف پر آگیا ہے کہ سرحد میں اگر اس کے گورنر کا تقرر نہیں ہوتا تب بھی وہ پیپلز پارٹی کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ اور دونوں کا آقائے ولی نعمت ایک ہے مگر یہ بیک وقت سرخ سامراج کے ساتھ بھی ہے اور سفید سامراج کے ساتھ بھی اور بھارت کے ساتھ بھی۔ دونوں سامراجوں کے عزائم اور مقاصد کی تکمیل ولی خان کر رہے ہیں۔ اور علماء اور دینی قوتیں اس وقت بھی پیپلز پارٹی کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں۔ جہاد افغانستان میں بھی بھرپور کردار ادا کیا ہے اور جنیوا معاہدہ میں بھی عملاً امریکہ کو مسترد کر دیا ہے۔

پختونستان کا سٹنٹ اور اس کی حقیقت

<u>عارف الحق</u>! پختونستان کا سٹنٹ ایک زمانہ میں کھڑا تھا۔ اور یہ پوری پختون قوم کے نمائندہ بنتے ہیں۔ لیکن جب یہ جارحیت ان عوام پر ہوئی تو یہ روس کا ساتھ دے بیٹھے۔

<u>مولانا سمیع الحق</u>! اگر ولی خان صاحب واقعۃً پختونستان اور پختون قوم کے لئے لڑ رہا ہے۔ تو اس وقت افغانستان کے پختونوں کو تباہی اور مزید کشت وخون سے بچانے کے لئے اس کا فرض تھا۔ کہ مجاہدین کا ساتھ دیتا۔ کیونکہ مجاہدین نے افغان قوم کی عزت بچائی ہے۔ وقار کا دفاع کیا ہے۔ افغان قوم کی آزادی کی لاج مجاہدین نے رکھ لی ہے اس کو چاہئے تھا کہ آخری مرحلہ میں اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرتے ہوئے مجاہدین کا ساتھ دیتا۔ تب ہم سمجھتے

کہ واقعتہ یہ افغان قوم کا مخلص اور خیر خواہ ہے۔ میرے خیال میں اس کے بعد تو ولی خان کو افغان قوم کا نام بھی نہیں لینا چاہئیے۔ افغان قوم بھی ان سے شدید نفرت کرتی ہے اور ان کا نام تک نہیں سننا چاہتی۔ رہی دوسری بات تو صوبہ سرحد میں دینی قوتوں کو بالکل شکست نہیں ہوئی۔ یہ بھی ایک غلط پروپیگنڈہ ہے۔ ہم نے قومی اسمبلی کی اپنی وہی سیٹیں لے لیں جو ۷۰ء میں لی تھیں۔ جمعیت علماء اسلام کے دونوں گروپوں نے وہی سیٹیں جیتیں اور دونوں نے بڑے بڑے بتوں کو گرا دیا۔ صرف ہمارے گروپ کو لیجئیے۔ اسلم خٹک صاحب کتنے بڑے سیاسی شخص تھے۔ افتخار گیلانی صاحب اور اصغر خان صاحب سب شکست کھا گئے۔ اور بالترتیب ان سیٹوں پر ہماری پارٹی کے مولانا شہید احمد صاحب۔ مولانا نعمت اللہ صاحب اور سردار گل خطاب کامیاب ہوئے۔ ولی خان کے قومی اسمبلی میں صرف ایک ساتھی عبدالخالق صاحب ہیں۔ وہ عملاً ہمارے کنڈیڈیٹ ہیں۔ مولانا حمد اللہ جان صاحب مردان کے کئی سو ووٹ اعتراضات کے ذریعے مسترد کرا کر اپنی کامیابی کا اعلان کروا بیٹھے۔ جب کہ مولانا حمد اللہ جان صاحب کا رٹ الیکشن کمیشن میں داخل کیا گیا ہے۔ البتہ ہم سے پلاننگ میں کچھ غلطی ہوئی تھی۔ اتحاد افراتفری میں بنا۔ کیونکہ سرحد میں اتحاد کے ہائی کمان نے اس سیاسی شعور کا مظاہرہ نہ کیا جس کی ضرورت تھی میں نے اس وقت بھی بڑے ادب سے ان قوتوں سے کہا تھا کہ سیٹوں کی تقسیم میں حالات کا پورا تجزیہ لیا جائے۔ اس وقت کی صوبائی ہائی کمان افغان مسئلہ میں گو اپنی مہارت منوا چکی تھی۔ مگر سیاسی منصوبہ بندی کا تجربہ ان کے لئے نیا تھا۔

مگر انہوں نے اس وقت ہماری رائے کو اہمیت نہ دی۔ جمعیت علماء اسلام کو جتنی سیٹیں اتحاد کے نام سے ملنی چاہئیے تھیں وہ نہیں دی گئیں۔ صرف چار سیٹیں پورے صوبہ میں اتحاد نے جمعیت کو دیں جن میں تین جیت لیں اور بعض اہم سیاسی شخصیتوں کو بھی نظر انداز کر دیا گیا۔

> **دینی قوتیں بحمد اللہ سرحد میں مضبوط اور مؤثر قوت ہے۔ اگر صحیح پلاننگ سے الیکشن ہو۔ تو صوبہ سرحد میں کوئی ایک سیٹ بھی ہم سے نہیں لے سکتا**

عارف الحق! مولانا! کیا آئی جے آئی اس پوزیشن میں ہے کہ کسی وقت سرحد میں اس کی حکومت بن جائے اور آزاد ارکان کو ساتھ لے لے۔

مولانا سمیع الحق! ہمارے سامنے جو عظیم مقاصد ہیں انہیں ہم کسی بھی صورت میں قربان نہیں کر سکتے آج بھی پی پی پی چاہتی ہے کہ موجودہ دلدل سے وہ نکل جائے۔ مثلاً گورنر کا مسئلہ ہے۔ مگر ہم چند وزارتوں پر اس قسم

سودا بازی کے لئے تیار نہیں۔

ہم چند محدود وزارتوں یا ایک علاقہ کی سیاست کی بات کے قائل نہیں ہم نے پورے ملک کے نظام کی جنگ لڑنی ہے

تاہم یہ دونوں آپس میں نہیں چل سکیں گے۔ ہماری کوشش بھی جاری رہے گی خود اے این پی کے وزیر بھی پریشان ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہماری کوئی پوزیشن اور حیثیت ہی نہیں۔ نہ ڈسٹرکٹ کونسل میں ان کی کوئی نمائندگی ہے اور نہ پیپلز ورکس پروگرام میں انہیں کوئی نمائندگی یا اہمیت حاصل ہے۔ ان کے سامنے تو مسائل حل کرنے کی کوئی پلاننگ ہی نہیں بس لوٹ کھسوٹ کا سلسلہ چل رہا ہے۔

موجودہ حکومت کے حالیہ عرصہ اقتدار کا اجمالی تجزیہ

عارف الحق! مولانا! پیپلز پارٹی کو تین چار ماہ ہو گئے ہیں آپ اس کی جو کارکردگی ہے اس کا جائزہ لیں اور اس کارکردگی کو آئی جے آئی اور عوام کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

مولانا سمیع الحق! ہم تو دیکھ رہے ہیں

کہ موجودہ حکومت عوامی بہبود کے کاموں میں بالکل صفر ثابت ہوئی ہے

جب بھی کوئی حکومت آتی ہے تو وہ کچھ اصلاحی اقدامات کرتی ہے۔ کچھ معاشی مسائل حل کرتی ہے۔ ہم جو مسئلہ بھی سینٹ یا قومی اسمبلی میں اٹھاتے ہیں تاکہ اس کے بارے میں کوئی لائحہ عمل تیار کریں۔ مثلاً ہم نے لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ اٹھایا کہ بقول آپ کے ورثہ میں ملا ہے تو اب اس کے بارے میں تمہارا کیا پروگرام ہوگا۔ وہ آئیں بائیں شائیں کر کے ہر مسئلہ کو ٹال دیتے ہیں۔ کل نصرت بھٹو نے انٹرویو میں کہا ہے کہ ہمارے سامنے کوئی پروگرام نہیں ہے تو جن کے سامنے کوئی پروگرام نہیں تو ان کی کارکردگی کیا ہوگی۔ مثلاً انرجی کے مسئلہ میں دیکھیں۔ دوسری طرف وزارتیں اڑتالیس ۴۸ کی جمنٹ ہے۔ اور ابھی تو وزارتوں کا سلسلہ نا تمام ہے۔ کل سینٹ کا حال دیکھا؟ کارکردگی کا یہ حال ہے کہ اجلاس قبل از وقت برخواست کر دیا گیا۔ کہ جمنٹ بھی ایوان میں نہیں تھا۔ چار ماہ میں قومی اسمبلی میں قانون سازی کے لئے کوئی بل پیش ہی نہیں کیا۔ پرانے بل اور صدارتی آرڈیننس کالعدم ہوتے جا رہے ہیں انہیں یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ یہ چیزیں ہم سے ضائع ہو رہی ہیں۔ دوسری طرف کرپشن کی بات ہوتی رہتی ہے اور اب شور و غوغا مچایا ہوا ہے کہ خزانہ خالی ہے اور

خزانہ خالی ہونے کے ساتھ جو اللّے تللّے شروع کر دیئے گئے ہیں۔ خدا جانے یہ کہاں سے پورے ہوں گے۔ وزیروں اور مشیروں کی فوج ہے اس تیز بھرتی سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ع

دل کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

حکمرانوں کو یہ محسوس ہو رہا ہے۔

بس یہی وقت ہے، لوٹ لو۔ حلوائی کی دکان پر فاتحہ ہو رہا ہے۔

یہ لوگ حکومت نہیں چلا سکیں گے۔ وہ ابھی سوئٹزرلینڈ وغیرہ کے بنکوں کو بھر رہے ہیں۔ بھٹو کا پورا خاندان اس ملک کو اپنی جاگیر سمجھ رہا ہے۔ آپ خود دیکھیں وزارتیں بٹ رہی ہیں۔ کارخانے بٹ رہے ہیں۔ پرمٹ بٹ رہے ہیں۔ وہ ہمارے بارے میں کہتے ہیں کہ تحقیقات کریں گے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ اس ملک میں جو بھی کمیشن ہو اس کی پوری اور صحیح تحقیقات ہوں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ سپریم کورٹ اور چاروں ہائی کورٹوں کے ججوں پر مشتمل ایک کمیشن بنایا جائے۔ وہ پچھلے دوروں کا بھی جائزہ لے کہ کس نے قرضے لیے۔ کس نے بے ضابطگیاں کیں۔ اور کہاں کس نے کروڑوں، اربوں روپے کے بنک بیلنس بنائے۔

اب ایک مثال آپ کے سامنے ہے حکومت نے ملازمتوں پہ پابندی اور بین کا اعلان کر رکھا ہے۔ حالاں کہ اندرون خانہ دھڑا دھڑ اپنے افراد لگائے جا رہے ہیں۔ معمولی ملازمت کی تقرری میں بھی پی ایم سیکرٹریٹ سے ہدایات جاری ہوتی ہیں۔ اخبارات میں سب کچھ آ رہا ہے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں۔ اور میں کہتا ہوں وہ کمیشن ان ساری چیزوں کو ذہن میں رکھے۔ انہوں نے آئی جے آئی کے بارے میں تحقیقات کرنی ہوں گی۔ پنجاب کے بارے میں بڑا شور و غوغا تھا۔ آئی جے آئی کے صدر کو بھی ملوّث کیا جا رہا ہے۔ مگر ہمارے سامنے سینیٹ اور قومی اسمبلی میں جو بات آئی تو معلوم ہوا کہ ان کو بے ضابطہ کوئی قرضہ نہیں دیا گیا اور سب سے پہلے وہی ہیں جو اس کو ضابطہ کے طور پر واپس بھی کر رہے ہیں۔ بہر حال یہ دور بھی آپ کے سامنے گذر رہا ہے کہ غسل خانوں تک کے لئے لاکھوں اور کروڑوں روپے کا زرمبادلہ صرف ہوا کرتا تھا۔ وہ دور اب بھی ان کے سامنے ہے مگر پاکستانی قوم بے شعور بھی نہیں ہے وہ سمجھتی ہے۔ وہ ہرگز اس کو برداشت نہیں کریں گے اور ہم نے عملاً سات لاکھ مہاجرین کو سروں پر بٹھایا۔ انشاء اللہ آئی جے آئی اس مسئلہ کو حل کرے گی۔ یہ کوئی سیاسی سٹنٹ نہیں۔ پنجاب بہت بڑا صوبہ ہے۔ صوبہ سرحد تو عملاً مہاجرین کے بسانے کا ثبوت دے رہا ہے۔

میں اپنی طرف سے پیش کش کرتا ہوں کہ یہ پچاس لاکھ مہاجرین انشاء اللہ سرخرو ہو کر جب جائیں گے تو ڈیڑھ لاکھ مہاجر ہم صوبہ سرحد میں اپنے سینوں سے لگا سکتے ہیں

آٹھواں ترمیمی بل، تصویر کے دونوں رُخ

عارف الحق: مولانا! مختصراً آٹھویں ترمیمی بل پر روشنی ڈالیں۔

مولانا سمیع الحق: آٹھویں ترمیمی بل کے بارے میں ضروری چیزیں ریکارڈ پر ہم لانا چاہتے ہیں اور اب جو یہ تحریک چلائی جا رہی ہے۔ سیاسی نقطہ نظر سے قطع نظر

> شرعی نقطہ نظر سے میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حکومت کی پلاننگ یہ ہے کہ جو بھی اسلام کی طرف معمولی سی پیش رفت ہوئی ہے وہ سارے رسوم اور نشانات مٹا دئے جائیں

آٹھویں ترمیم کے ذریعہ دستور میں کئی اہم چیزیں ہمارے سامنے موجود ہیں جن کا دفاع آئی جے آئی کرے گی مثلاً

۱۔ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلی کی رکنیت کے لئے اسلام کے علم و عمل کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ بانیان پاکستان کی منظور کردہ قرارداد مقاصد کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اسلام کی بالادستی کا اقرار کیا گیا ہے، دستور کا مؤثر جزو ہے۔

۳۔ وفاقی شرعی عدالت کے ذریعے ملک میں رائج غیر شرعی قوانین کی منسوخی کا کچھ نہ کچھ اہتمام کیا گیا ہے۔

۴۔ سپریم کورٹ میں شریعت بنچ قائم کر کے شرعی فیصلوں کا معقول انتظام کیا گیا ہے۔

۵۔ قادیانیوں کا مسلمانوں سے کلی علیحدگی کو یقینی بنانا گیا ہے۔ اور قانون سازی کی گئی ہے۔

۶۔ پاکستان میں جداگانہ انتخابی نظام جاری کر کے مسلمانوں کے معاملات میں قادیانیوں اور غیر مسلموں کی دخل اندازی کو ختم کر دیا گیا ہے۔

۷۔ اسلامی نظریاتی کونسل میں توسیع کی گئی ہے اور کسی عالم دین کو اس کا چیئرمین مقرر کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

۸۔ مارشل لاء دور کے بے شمار قوانین مثلاً عشر و زکوٰۃ آرڈی ننس، احترام نظام آرڈی ننس۔ حدود آرڈی ننس وغیرہ اگرچہ مارشل لاء دور میں آئے ہیں۔ لیکن جمہور مسلمانوں کے مطالبات اور جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔ اور آٹھویں ترمیمی بل کے ذریعے ان کو آئینی طور پر تحفظ دیا گیا ہے۔ پھر ان ترمیمات کی توثیق پارلیمنٹ نے کی ہے۔ بہرحال ہم یہ کوشش کریں گے کہ آٹھویں ترمیمی بل کے ان اہم چیزوں کو اپنی جگہ سے نہ ہلایا جائے۔

خاموش اکثریت کے جذبات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا

عارف الحق ! مولانا آخری سوال۔ کہا جاتا ہے کہ ضیاء الحق کے حق میں جو نعرے لگائے جاتے ہیں وہ برآمد کردہ لوگ ہوتے ہیں اور کچھ افراد ایسا کرتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق ! مجھے بھی یہ صورت بڑی عجیب لگی ہے ۔ ۲۰، ۲۵ کلومیٹر کا راستہ میں نے جو قائدین کے ٹرک میں طے کیا اور نو گھنٹے سب دیکھتا رہا۔ یہ کچھ افراد نہیں تھے۔ بلکہ ضیاء الحق مرحوم کے نعرے پر بے شمار لوگ اچھلتے تھے۔ ان میں عجیب تڑپ تھی۔ عشق تھا۔ تو میں نے جلسہ گاہ میں یہ منظر دیکھا ہے ان کی ناگہانی شہادت پر بھی لوگ رنجیدہ ہوئے اور خاموش اکثریت پھٹ گئی تھی۔

> اب بھی اندازہ یہ ہے کہ خاموش اکثریت ہنگامی اور مفاد پرست سیاست سے بیزار ہے۔ پاکیزہ مقاصد کی تکمیل چاہتی ہے !!!

نصیر احمد سلیمی صاحب ! مولانا "زندگی" کا پہلا پرچہ آپ کی نظر سے گذرا ہوگا آپ کے اس پرچہ کے بارے میں کیا تاثرات تھے۔

مولانا سمیع الحق ! مجھے اچانک پتہ چلا کہ "زندگی" کو نئی زندگی پھر مل رہی ہے۔ بہر حال انتہائی خوشی ہوئی پھر مجھے خود دلچسپی تھی۔ اسلام آباد سپر مارکیٹ میں پرچہ تلاش کروایا۔ پہلے پرچہ میں اس نے اہم مقاصد سامنے رکھے۔ جہاد افغانستان، متحدہ علماء کونسل کی جدوجہد کی گونج پہنچ آگئی۔ "نئی زندگی" سے قوم میں نئی زندگی کی لہر ابھرے گی۔ الطاف حسین قریشی صاحب، شامی صاحب کوشش کر رہے ہیں۔ یہ صلاحیتوں والے لوگ ہیں ان کے فیوضات صرف مہینوں تک منحصر نہیں بلکہ ہر ہفتے ان کی کاوشیں قوم کے سامنے آنی چاہئیں۔ اسی طرح صلاح الدین صاحب تکبیر میں موثر اور جان پر کھیل کر سب حقائق سامنے لا رہے ہیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سب کو مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ میں "زندگی" کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں ؂

مولانا سید ابوبکر غزنوی

عصرِ حاضر میں
استاد اور شاگرد کا رشتہ

آیئے ہم غور کریں کہ عصرِ حاضر میں استاد اور شاگرد کے رشتے میں کیا گرہیں پڑ گئی ہیں۔ ان گرہوں کی واضح طور پر نشان دہی کریں۔ یہ دیکھیں کہ الجھاؤ کہاں کہاں ہے اور عقدہ کشائی کی صورت کیا ہے؟ رشتے میں بگاڑ کیوں پیدا ہوا۔ اور اسے ازسرِ نو استوار کرنے کی کیا تدبیر کی جا سکتی ہے؟

مادیت سے جہاں ہماری اور بہت سی اخلاقی اور روحانی قدریں برباد ہوئی ہیں استاد اور شاگرد کا رشتہ بھی اس سے متاثر ہوا۔ یہ ایک المیہ ہے کہ جو رشتہ محبت و تعظیم کا رشتہ تھا۔ یہ رشتہ جو تعلقِ خاطر کا رشتہ تھا۔ کاروباری سطح پر آ گیا ہے جب ماحول مادیت سے متاثر ہو تو شاگرد کی منطق یہ ہوتی ہے کہ میں فیس ادا کرتا ہوں اس لئے مجھے حق ہے کہ میں کلاس روم میں بیٹھوں اور لیکچر سنوں۔ میں استاد کا رہینِ منت نہیں ہوں۔ اساتذہ بھی ماحول کی پیداوار ہیں۔ اکثر اساتذہ اور یہ میں معذرت چاہتے ہوئے کہتا ہوں۔ اس کام میں علم محض اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ وہ کسبِ معاش کر سکیں۔ حصولِ علم کے لئے ایک لگن، ایک طلب، ایک پیاس جو ایک طالبِ علم کے لئے ہونی چاہیئے، اساتذہ میں بھی نہیں ہے۔ جب علم محض کسبِ معاش کی خاطر حاصل کی جائے تو وہ ہڈیوں میں رچتا نہیں ہے۔ علم بڑا ہی غیور واقع ہوا ہے وہ ان لوگوں کے سینوں کو کبھی اپنا نشیمن نہیں بناتا جو غیر کی خاطر اس سے رسم و راہ رکھتے ہیں۔ جب استاد محض کسبِ معاش کے لئے پڑھتا ہے تو اسے اپنے مضمون پر دسترس نہیں ہوتی۔ اور جب مضمون پر دسترس نہ ہو تو وہ مجبور ہوتا ہے کہ لبادے اوڑھے علم و فضیلت کے لبادے کہ کہیں اس کے علمی بدن کے برص کے داغوں پر شاگردوں کی نظر نہ پڑے۔ وہ انہیں فاصلے پر رکھتا ہے۔ طالب سوال پوچھتے ہیں۔ استاد انہیں دباتا ہے۔ SNUB کرتا ہے اور رعب جماتا ہے ؎

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر ۔۔۔ کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

جب استاد شاگردوں کو دباتا ہے تو گو ان کی زبانیں چپ ہوتی ہیں مگر ان کے چہرے صاف بول رہے ہوتے ہیں کہ یہ آپ کے لئے زیبا نہ تھا اور ان کے جی میں استاد کے لئے محبت و تعظیم باقی نہیں رہتی۔ تو شاگرد یہ سمجھتا ہے کہ میں نے فیس ادا کی ہے اور یہ BUSINESS TRANSACTION ہے اور میں استاد کا رہینِ منت نہیں ہوں اور استاد یہ سمجھتا ہے کہ مجھے اتنی تنخواہ کے عوض اتنے گھنٹے کا کام کرنا ہے اور معین مدت کے ختم ہو جانے کے بعد طالب علموں

کا مجھ پر کوئی حق باقی نہیں رہتا ہے

کچھ وہ کھچے کھچے رہے کچھ ہم تنے تنے
اس کش مکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا

یوں یہ رشتہ کاروباری سطح پر آنے کی وجہ سے اپنی تمام جاذبیتیں کھو بیٹھتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :-

مَن لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا

جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

طالب علموں کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ وہ اساتذہ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور لفظ "فیض" میں دانستہ طور پر بول رہا ہوں۔ اساتذہ ان کو ذہنی پرورش کرتے ہیں۔ وہ ان کے محسن ہیں اور نجابت کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے محسن کے سامنے انسان کی نگاہیں جھکی رہیں۔ انسانیت کا تقاضا یہی ہے کہ جس شخص سے انسان فیض حاصل کرتا ہو۔ اس کے گریبان میں ہاتھ نہ ڈالے۔ اور استاد کا یہ سمجھنا کہ ان معین گھنٹوں کے بعد شاگرد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ میرے دروازے پر دستک دے، صریحاً غیر اسلامی ہے۔ شاگرد ان کی معنوی اولاد ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شاگرد اپنی طالب علمانہ زندگی ہی نہیں بلکہ عمر بھر یہ حق رکھتا ہے کہ جب کبھی اسے کوئی الجھن پیش آئے وہ استاد کے دروازے پر دستک دے۔ اور اس سے مشورہ چاہے۔ اور استاد کا یہ فرض ہے کہ یوں تپاک اور گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کرے، جیسے اپنی اولاد آگئی ہو۔ اور اس کے مسائل سلجھانے کی کوشش کرے۔

آدابِ مجلس | استاد کی مجلس میں جو آداب شاگردوں کو ملحوظ رکھنے چاہئیں وہ آداب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے تعلق کے یہاں اور کئی پہلو تھے ان میں استاد اور شاگرد کا رشتہ بھی تھا۔

وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ۔

یعنی حضورؐ کتاب اور حکمت کی انہیں تعلیم دیتے ہیں۔ وہ ان کے معلّم ہیں۔

یہ سمجھنا کہ مجلس نبویؐ کے جو آداب قرآن مجید میں مذکور ہیں ان آداب کا تعلق محض مجلس نبویؐ ہی سے تھا اور اب جب کہ وہ مجلس باقی نہیں رہی۔ وہ تمام آیات جو ان آداب سے متعلق ہیں معطل ہو گئی ہیں۔ اور ان کی افادیت ختم ہو گئی ہے۔ یہ سوچنا بڑی ہی خام کاری اور ناپختگی کی بات ہے۔ بس ایک مسلمان طالب کو اپنے استاد کے ساتھ برتاؤ کا ڈھنگ بھی مجلس نبویؐ سے سیکھنا چاہئے۔ اس استاد اکبرؐ سے بات کرنے کا سلیقہ قرآن مجید نے یوں سکھایا ہے

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ

تم اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز سے اونچا مت ہونے دو اور ان سے یوں زور زور سے باتیں مت کیا کرو جیسے تم آپس میں کیا کرتے ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے تفہیمات میں لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اپنے استاد کی آواز سے اپنی آواز اونچی کرنا صریحاً زیادتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے:۔

اَنَا عَبدُ من علّمنی حرفاً واحداً جس سے میں نے ایک حرف بھی سیکھا ہے وہ میرا محسن ہے۔ میں نے اس سے فیض حاصل کیا ہے۔

آپ کہیں گے کہ تم اس نئے دور میں بہت پرانی باتیں کر رہے ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آج سے ہزار برس پہلے اگر آگ جلاتی تھی تو آج بھی اس سے جسم جلتا ہے اور اگر زہر آج سے کئی برس پہلے قاتل تھا تو وہ آج بھی ویسا ہی ہلاکت آفرین ہے بالکل اسی طرح بعض اخلاقی اور روحانی قدریں ایسی ہیں جو زمان و مکان کے اختلاف بدل نہیں سکتیں۔ اور زمانے کی ملیان گو کتنی آگے کو بڑھ جائے استاد کے ساتھ ناشائستگی کو تو کبھی قابل تحسین قرار نہیں دیا جا سکتا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بے مروتی اور بدلحاظی کا نام تو تجدد پسندی نہیں ہے۔ اقبال علیہ الرحمۃ نے بجا کہا تھا ؎

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک دلیل کم نظری، قصۂ جدید و قدیم

شفقت و تعظیم باہم ملزوم (RECIPROCAL) ہیں کبھی تعظیم سے شفقت پیدا ہوتی ہے اور کبھی شفقت تعظیم کو جنم دیتی ہے اور شفقت وہ چیز ہے کہ اس سے برف کی سلوں کو تو میں نے اپنی آنکھوں سے پگھلتے دیکھا ہے۔

کچھ شفقت میں بھی کمی آگئی ہے۔ اساتذہ کو دیکھا ہے کہ طالب علم کے سلام کا جواب بڑی نیم دلی سے دیتے ہیں اور بعض تو محض سر جھٹکتے ہیں۔ اور زبان سے دو حرف کہنا بھی انہیں گراں گذرتا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔

فَاِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحسَنَ مِنهَا اَو رُدُّوهَا۔

اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے زیادہ تپاک اور گرم جوشی سے جواب دو یا (کم از کم) ویسا ہی سلام لوٹا دو۔ اسلامی تہذیب میں تو طالب علموں کی تربیت کے لئے سلام میں خود پہل کرنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ عین سنت ہے۔ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہم نے حدیث میں پڑھا ہے :۔

کان یسلم علی الصبیان - وہ بچوں کو خود سلام کرتے تھے۔

ہماری درسگاہوں میں طالب علم استاد کے کمرے میں جائیں تو وہ کھڑے رہتے ہیں اور بالعموم انہیں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ یہ سب فرنگیوں کا اڑایا ہوا غبار ہے ؎

دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی

یہ سب مغربی تہذیب کے برگ و بار ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شاگردوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اساتذہ کے پاس بیٹھیں۔ بات یہ ہے کہ جب استاد شاگرد میں انس و موافقت نہ ہو صحیح طور پر استفادہ نہیں ہو سکتا۔ (باقی ص ۳۹ پر)

پی-این-ایس-سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے
قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل
برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔
پی-این-ایس-سی قومی پرچم بردار - پیشہ ورانہ مہارت کا حامل
جہازراں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہازراں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ

C 2 88 PID - Islamabad
PARAGON

ضبط و ترجمہ، مولانا اصلاح الدین فاضل حقانیہ

الشیخ علامہ محمد محمود صواف
الشیخ علامہ عبدالمجید زندانی

ترویج شریعت اور جہاد افغانستان میں فضلائے دارالعلوم کا کردار
نفاذِ شریعت اور اسلامی انقلاب کی جدوجہد میں مدارس عربیہ اور علماء کا مقام

> مورخہ دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کے اختتام پر جامع مسجد دارالعلوم میں ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی۔ ۵۰ سے زائد فضلائے درس نظامی اور ۴۰ طلبہ درجہ حفظ و تجوید کی دستار بندی ہوئی۔ دارالعلوم مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی دعوت پر عرب کے سکالروں اور علماء کے ایک نمائندہ وفد نے بھی دارالعلوم تشریف لا کے اس تقریب کو مزید رونق بخشی۔ قائد وفد جناب الشیخ علامہ محمد محمود صواف اور جناب الشیخ علامہ عبدالمجید زندانی نے اجلاس سے بھی خطاب فرمایا۔ ذیل میں افادۂ عام کی غرض سے ان کی عربی تقاریر مع اردو ترجمہ پیش خدمت ہیں جب کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ کے اس موقع پر ارشاد فرمودہ گراں قدر خطابات بھی اگلے شمارہ میں شریک اشاعت کر دیے جائیں گے انشاء اللہ۔ (ادارہ)

الشیخ علامہ محمد محمود صواف کا خطاب

الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ العظیم والسلام علی عباد اللّٰہ الصالحین وعلی راسہم امامنا و حبیبنا وقائدنا ونبینا محمد۔ صلوٰۃ اللّٰہ علیہ۔

اما بعد!

(طلبہ دارالعلوم کی دستاربندی کا منظر دیکھتے ہوئے)

هذه عمائم الصحابة - هذه عمائم الائمة وهذا طريقهم - الطريق الى الله - الطريق الى الاسلام - هوطريق العلم وهو طريق المجد وهوطريق الاتحاد - وطريق الدنيا والأخرة فى الجنة انشاالله تعالىٰ۔

یہ صحابہ کی پگڑیاں ہیں ۔ یہ ائمہ کی پگڑیاں ہیں۔ اور یہ انہی کا راستہ ہے ۔ خدا کی رسائی کا راستہ۔ اسلام کی رسائی کا راستہ۔ یہی عظمت کا راستہ ہے ۔یہی دنیا اور آخرت کی بھلائی اور جنت کا راستہ ہے ۔

یا ایها الاخوان كان بودّى ان احدثكم بلغتكم و بلغة الاسلام الاردية كان بودّى ولكن ع

زبان یارمن ترکی ومن ترکی نمی دانم

بھائیو! میری دلی خواہش تھی کہ میں تمہاری زبان اور اسلامی زبان اردو میں تم سے بات کروں ۔میری خواہش لیکن ع

زبان یارمن ترکی ومن ترکی نمی دانم

قال الاستاذ مولانا سميع الحق كلهم يعرفون العربيه ويفهمون الكلام

استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے فرمایا۔ حضرت! سب عربی جانتے ہیں اور آپ کی بات سمجھ رہے ہیں

الحمد لله - يا اخوان اننا سعداء بهذه الزيارة نحن سعداء بهذه الزيارة - ولا نقول الاالخير - وسوف ننقل هذا المشهد الى اخوننا فى العرب

الحمدللہ! بھائیو۔ ہم یہ ملاقات اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔ہم خوش نصیب ہیں کہ آپ سے ملے ہیں اور اس ملاقات کو اچھا ہی سمجھتے ہیں ۔ اور ہم نے جو کچھ دیکھا ہے عنقریب اسے عرب بھائیوں تک پہنچادیں گے ۔ہم تمہارے پاس مکہ مبارک سے آئے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ تم سب کو وہاں حج اور عمرہ کرتے ہوئے دیکھیں اور ساری دنیا کے عظیم پیشوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہوئے دیکھیں۔

ونحن جئناكم من المكة ومكة المباركه وندعوالله - الله ان نراكم جميعاً هناك حاجّين و معتمرين جميعاً انشاء الله وعند رسول الله عند الامام الاكبر للدنيا - صلى الله عليه وسلمّ۔

حيث تقرءون سيرة واحاديثه وسننه، وبنىٰ به الامارة وبنىٰ به الشريعة وبنىٰ به مجد الدنيا والاخرة - هذه كنتم تقرءونها من الصحاح الست السنن

جن کی وہ سیرت، احادیث اور سنت تم پڑھتے ہو جس پر انہوں نے حکومت، شریعت اور دنیا اور آخرت کی عظمت کی بنیاد رکھی تھی ۔ یہ جو تم صحاح ستہ سنن، مغازی اور موطا وغیرہ پڑھتے رہے

والمغازی والموطا من عند الله وعلمه الله
اياها وما كان ينطق عن الهوىٰ ان هو
الا وحى يُوحىٰ عليه الصلوٰة والسلام

يا ايها الاخوة

اننا نعرف انصار باكستان وانا هنا
فى كراچى لما قام المؤتمر الاوّل ونحن شهداء
بقيام دولت الاسلام فى هذا البلد العزيز
بقيام دولت القرآن فى هذا البلد العزيز
وكنا نرى اللاجئين فى ارضها واذاً نتوقع
ان هذا الدّولة تقوم وتتقدم وتعلو
والحمد لله تصبح ركناً. ومجداً للاسلام
ونسئل الله ان يحمى باكستان وان يحمى
افغانستان - وهذا الجهاد الافغانى
الذى هو جهادكم وانتم كنتم الانصار
والمهاجرون هم الافغان - والامّة الواحدة
تتكوّن كما تكوّن مجد الاسلام - وجيش
الاسلام فى العصر الاوّل وبقيادة سيد
الانام محمد صلى الله عليه وسلم تكوّن
جيشهم من المهاجرين والانصار
فطوبى - طوبى للمهاجرين لاخواننا
المجاهدين الذين مُحُّوا من ديارهم
ومُحّى من وطنهم. ولكن الله عزّهم
ونصرهم وهزم اعداهم وخرج اعداء
الاسلام مدحورين خرجوا اذلاّء صاغرين
وارتفعت رأية الاسلام وستترتفع على كل

رہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے
نبی کریمؐ کو اس کی تعلیم دی ہے وہ اپنی طرف سے کوئی
بات نہیں کہتے یہ تو وحی ہی ہے جو اس پر نازل کیگئی ہے

بھائیو!

ہمیں پاکستان کے انصار معلوم ہیں۔ میں اس وقت
جب پاکستان پہلے پہل بنا تھا کراچی میں تھا۔ اور ہم
اس خطہ زمین کے قیام (کی جد و جہد) کے گواہ ہیں۔

اور (آج کی طرح) اس وقت بھی ہم اس کی زمین پر
پناہ گزیں دیکھتے تھے۔ اس وقت ہمیں توقع تھی کہ
یہ حکومت قائم رہے گی، سربلند رہے گی۔ اور
اسلامی دنیا کا حصہ اور اسلام کی عظمت کا سبب
بنے گی۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت
کرے۔ افغانستان اور افغانی جہاد کی حفاظت کرے
جو آپ ہی کا جہاد ہے تم انصار ہو اور مہاجر افغان
قوم ہے۔ اور ملت ایسے ہی بنتی ہے۔ جیسے کہ زمانہ
اولیٰ میں اسلامی عظمت کا سبب اور اسلام کا لشکر
بنا تھا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ان کا
لشکر مہاجرین اور انصار سے بنا تھا۔ پس ہمارے مہاجر
بھائیوں کے لئے ہمارے مجاہد بھائیوں کے لئے خوشیاں
ہوں جن کو اپنے گھروں سے اور اپنے وطن سے نکال
دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت بخشی۔ ان کی مدد
کی ان کے دشمنوں کو شکست دی اور اسلام کے دشمنوں
کو دھکے دے کر اور ذلیل و رسوا کر کے نکالا۔ اسلام کا

ضيق في كابل و في افغانستان على كل
ضيق - تو فرق راية لا اله الا الله
محمد رسول الله -

فطوبى لشعب افغانستان و طوبى
للقادة الكرام - الذين قادوا هذا
الجهاد فانتصروا - وطوبى لكم يا
انصار - حيث استقبلتم هذه الشعب
بالود و المحبة و الجهاد - و اختلطت
دماءكم بدماءهم و شهداءكم بشهداءهم
و شهداءنا نحن - نحن لا نقول - نحن العرب
و انما نقول نحن المسلمون و نحن امة
الاسلام لا فرق فيها بين عنصر و عنصر
ان هذه امتكم امة واحدة -
و نحن امة باكستانيين وطننا
الاسلام - عزنا الاسلام امامنا
الاسلام قدوتنا رسول الله
(صلى الله عليه وسلم) -

يا ايها الاخوة - يا ايها الاحباب
يا ايها العلماء انتم الناس ايها العلماء
لا اقول كما قال الشوقي[1] انتم الناس

پرچم بلند ہو گیا۔ اور ہر رکاوٹ کے باوجود کابل میں
بلند ہو گا۔ اور ان شاء اللہ اب ہر رکاوٹ کے
باوجود لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا جھنڈا افغانستان
میں لہرائے گا۔

پس خوشیاں ہوں افغانستان کے مجاہدین کی
جماعتوں کے لئے اور ان معزز جرنیلوں کے لئے جنہوں
نے اس جہاد کی قیادت کی۔ اور غلبہ پایا۔ اور اے
انصار تمہارے لئے بھی خوشیاں ہوں کہ تم نے ان
گروہوں کا استقبال پیار، محبت اور جہاد کے
ساتھ کیا۔ تمہارے خون ان کے خون اور تمہارے شہید
ان کے شہداء کے ساتھ مل گئے۔ خود ہمارے شہداء
بھی ان سے مل گئے۔ ہم نہیں کہتے کہ ہم عرب ہیں
بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ مسلمان امت ہیں
اس میں کسی ایک قبیلے کا دوسرے قبیلے سے فرق
نہیں ہے۔ بیشک تمہاری یہ امت ایک ہی امت
ہے اور ہم پاکستانی بھی ہیں (کہ ہم سب مسلمان ہیں)
اور ہمارا ملک اسلام ہے۔ ہماری عزت اسلام
ہے۔ ہمارا پیشوا اسلام ہے۔ اور ہمارا قائد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

بھائیو! دوستو! اور علماء حضرات!
تم ہی کام کے لوگ ہو۔ میں شوقی کی طرح یہ نہیں
کہوں گا کہ شاعرو! تم ہی کام کے لوگ ہو۔ نہیں نہیں
اے علماء تم ہی کام کے لوگ ہو۔ تم ہی رہنما ہو۔ امت
میں جہاد کی روح ہو۔ تم امت کو جہاد کی تربیت دو
ان میں جہاد کا شوق پیدا کرو۔ امت کی تربیت کتاب

[1] احمد شوقی مصر کے مشہور شاعر گذرے ہیں ۱۸۶۸ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم فرانس میں حاصل کی اور ۱۹۳۲ء میں وفات پائی (مترجم)

ها الشعراء لا - لا انتم الناس ايها العلماء - انتم
ناده - كنتم روح الجهاد فى الامة - رُبُّوا
مة على الجهاد ربّوا الامة على الاستشهاد
ّوا الامة على التمسك بكتاب الله و سنة
سول الله۔

الله اور سنّت رسول اللہ پر کرو۔

يا ايها العلماء هنيئًا لكم هذا الطريق
ه طريق النور - انه طريق الامان - انه
يق المجد - انه طريق العزة - انه طريق
ہامة لامتكم و للمسلمين سيروا
، طاعة الله - و سيروا بنور الله وتفقّهوا
دين الله - وانشروا هذا العلم - وهو علمنا -
هذا - وتجنّبوا مدارس الكفار - تجنبوا اساليب
كفار - فى تكوين شخصيّتنا وفى اضاعة
ويّتنا - وفى اضاعة اقدارنا النيّرة - تجنّبوها
تمسّكوا بهذه الهدى - بهذه الطريقة - و
بهذه الشريعة التى قامت على كتاب الله و
سنة رسول الله -

اے علماء! تمہیں یہ راستہ مبارک ہو۔ یہ روشنی کا راستہ ہے۔ یہ عظمت وسربلندی کا راستہ ہے اور یہ تمہاری امت اور مسلمانوں کے لئے احترام کا راستہ ہے۔ اللہ کی اطاعت پر گامزن رہو۔ اللہ کے نازل کردہ نور کے ساتھ چلو۔ اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کرو۔ اور اس کے علم کو پھیلاؤ۔ یہ ہمارا علم ہے۔ کفّار کے مدارس سے بچتے رہو۔ اپنی شخصیت کے بنانے میں کفار کے طریقوں پر اعتماد نہ کرنا۔ ہماری حقیقت اور روشن اقدار کو ضائع کرنے کے لئے کفار کی مساعی سے بچو۔ اور اس ہدایت کو اس طریقہ کو اور اس شریعت کو جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہے تھامے رکھو۔

ايها الاخوه - أهنّئكم من قلب
باسم اخوانى الكرام الذين معى هنا فى
حفلة كفضيلة الشيخ عبد المجيد
زندانى عزّه الله و حفظه وغيره
من رجال الدعوة الى الاسلام - كلهم
معنا فى الجهاد يدنا مع يد الافغان
روحنا مع الافغان - ويدنا و
روحنا مع باكستان اننا جنود
لامام واحد و هو رسول الله

بھائیو! میں دل کی گہرائی سے آپ کو اپنی طرف سے اور اپنے ان معزز اور عرب بھائیوں کی طرف سے جو اس جلسہ میں میرے ساتھ موجود ہیں جیسے فضیلۃ الشیخ عبدالمجید زندانی صاحب اور اسلامی اقدار کی طرف دعوت دینے والے میرے دوسرے ساتھیوں کی طرف تمہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میرے تمام ساتھی یہاں جہاد میں شریک ہیں۔ ہماری قوت افغانوں کی قوت اور ہماری روح افغانوں کے ساتھ ہے۔ اور ایک ہی رہبر کے لشکر ہیں اور وہ رہبر رسول اللہ ہیں۔

الشیخ علامہ عبد المجید زندانی کا خطاب

بعد الخطبہ!

ان اللہ سبحانہ و تعالی ھدیٰ الناس الی الطریق المستقیم و انزل لنا نوراً مبینا۔ قال اللہ تعالی۔

اللہ تعالی نے صراط مستقیم کی طرف لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔

اور ہمارے لئے واضح روشنی نازل کی اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:۔

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ یھدی بہ من اتبع رضوانہ سبل السلام و یخرجھم من الظلمت الی النور باذنہ و یھدیھم الی صراط مستقیم۔

تمہارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب پہنچ گئی جس کے ذریعے اللہ تعالی سلامتی کے راستوں کی جانب ان لوگوں کو جو اللہ تعالی کی رضامندی کے رستے پر جاتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور ان کو اپنے امر کے ذریعے اندھیروں سے نور کی طرف نکالتے ہیں اور سیدھے راستے کی طرف انکی رہنمائی کرتے ہیں۔

لکن ذالك النور

لیکن اس نور کی تعیین اور توضیح کے لئے سلسلہ نبوت و رسالت جاری کی گئی۔

فارسل ھم الذین یحملون ھذا النور۔ ویدلّون الناس علیہ و بعد الرسل العلماء ورثۃ الانبیاء ھم الذین یحملون ھذا النور۔ ویبیّنون للناس الطریق۔ والمدارس العلمیۃ الشرعیۃ ھی مصانع ھولاء العلماء

رسول ہی وہ لوگ ہیں جو یہ نور حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کی جانب لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ رسولوں کے بعد انبیاء کے وارث علماء ہی اس نور کے حامل ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو راستہ دکھاتے ہیں اور علوم شرعیت کے یہ مدارس ہی ان علماء کے آدم گری کے کارخانے اور گھر ہیں۔

وبیوت هؤلاء العلماء
و اذا کانت هذه المدارس
صالحة فانّما تخرّج العالم الصالح
و اذا کان غیر ذالك فان العالم
یتلوّن بلونها والعالم العامل یرفع
النور فیراه الناس من بعد فیقبل
فیقتدون طریقه - والعالم القاعد
یقعد بالنور فی الارض - فلا یری
النور الّا من کان بالجوار - والذین
رفعوا النور شهد هم الناس
اخوانی ! سمعت عن هذه المدرسة
الحقانیة ورأیت نورها قبل ان
ازود باکستان و قبل ان اعرف
باکستان - یوم التقیت بجلال الدین
الحقانی - فقلت من این هذا
الرجل ؟ من قبیلة حقّان ؟
قالوا لا - لیس القبیلة حقان - و
انّما هذه مدرسة اسمها
المدرسة الحقانیة فی
باکستان - فقلت الحمدلله
شعاعٌ وصل و حمله احد
خرّیجیها واحد علماءها
فرأتم الدنیا - وسمعت به
الارض - والناس یردّدون
مسلمهم و کافرهم -

اگر یہ مدارس صحیح ہوں تو صالح علماء پیدا کرتے ہیں
اگر مدارس کی بناء درست نہیں تو ان سے فارغ
ہونے والے علماء بھی اسی ماحول کے رنگ میں رنگ
جاتے ہیں اور عالم باعمل اس نور اسلام کو بلند کرتا
ہے تو لوگ دور سے اس کو دیکھ کر اس کی اقتدار کرتے
ہیں - جب کہ کاہل اور سست عالم اس کو لے کر زمین
پر بیٹھ جاتا ہے ، تو یہ روشنی سوائے پڑوسیوں
کے کسی کو نہیں دکھائی دیتی - اس کے برعکس اس کو
بلند کرنے والے لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں -
بھائیو! پاکستان آنے سے قبل بلکہ پاکستان کو جاننے
سے قبل میں نے اس مدرسہ حقانیہ کے بارے میں سنا تھا
اور اس کی روشنی کو دیکھا تھا - یہ اس وقت کی بات ہے
جب مجھے پاکستان کی بھی معرفت نہیں تھی یہ وہ دن
تھا جب میری ملاقات دارالعلوم حقانیہ کے عظیم سپوت
اور جہاد افغانستان کے معروف جرنیل جلال الدین
حقانی صاحب سے ہوئی تھی - میں نے پوچھا کیا یہ شخص
قبیلہ حقان سے تعلق رکھتا ہے تو لوگوں نے بتایا کہ
نہیں حقان قبیلہ نہیں - پاکستان میں مدرسہ ہے جس
کا نام حقانیہ ہے - اس وقت میں نے کہا الحمدللہ کہ نور
ہدایت کی شعاع تھی جو ہم تک پہنچ گئی اور اس کو
اٹھانے والا مدرسہ حقانیہ کا ایک فارغ التحصیل فاضل
اور ایک عالم ہے - سو پوری دنیا نے اسے دیکھا اور
اہل زمین نے سنا - لوگ چاہے کافر ہوں یا مسلمان ان
کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں - کوئی پوچھتا ہے تمہارا کمانڈر

من قائد المعركة؟
فيقولون حقّاني - فهنيئًا
لهذه المدرسة في تخريج
انصار هؤلاء القادة لها
بانها مدرسة صحيحة و
مدرسة حقانية و تخرج
علماء حقّ - وهنيئًا للمسلمين
بهؤلاء العلماء و بهذه
المدرسة -

کون ہے تو کہتے ہیں کہ حقانی - لہذا مبارک ہو اس مدرسہ
کو۔ کہ وہ ایسے کمانڈروں مرد میدان کے لئے معاون
پیدا کرتی ہے۔ مبارک ہو کیونکہ یہ مدرسہ کے لئے اس
کی عظمت کی گواہی ہے۔ کہ یہ صحیح اور حقانی مدرسہ
ہے۔ اور جو علماء حق کی مادر علمی اور آدم گری کا کارخانہ
ہے۔ نیز مسلمانوں کو ایسے علماء اور ایسا مدرسہ
مبارک ہو۔

والله انني في غاية السرور انني
رأيت هذه المدرسة تخرج
امام عيني هؤلاء العلماء
في العمائم - هذه العمائم
التي اهانها المستعمرون الكفّار
و اهانها تلاميذ المستعمرين
نخلعت العمائم - وتخلّينا من هذه
الملابس التي تدلّ على العلم والعلماء
و الشيوخ والصحابة الكرام وغننّا
انّنا نكتسب النصر والعزة ومضينا
في ذلّ وخذلان ودمال يوم ان
تابعنا الكفار -
ما جاء النصر مرة ثانية الا على وايدي
من يلبسون العمائم - فرأينا العمامة
الكبيرة في افغانستان تخرج
جيوش الروس و تطردهم

بخدا مجھے انتہائی خوشی ہوئی ہے کہ میرے دیکھتے
دیکھتے میری آنکھوں کے سامنے یہ مدرسہ حقانیہ یہ
مادر علمی پگڑیوں والے علماء، فضلاء کو تحصیل علم سے
فارغ کر کے رخصت کر رہی ہے یہی پگڑیاں تھیں
کفار کے استعماری قوتوں نے جن کی تحقیر کی اور ان
کے شاگردوں نے جن کی توہین کی - چنانچہ پگڑیاں
اتاری گئیں - اور ہم نے وہ لباس جو علم، علماء، شیوخ
اور صحابہ کرام کی یاد دلاتا تھا اتار پھینکا - اور ہم گانتے
رہے کہ ہم فتح اور عزت کی راہ پر لگ گئے جبکہ
ہم ذلت رسوائی اور ہلاکت کے گڑھوں میں اسی
روز سے گرتے جا رہے ہیں جس دن سے ہم نے کافروں
کا اتباع کیا -
مسلمانوں کو دوبارہ فتح پگڑیاں باندھنے والوں کے
ہاتھوں سے ملی - چنانچہ ہم نے افغانستان میں بڑی
پگڑی دیکھی جو روس کی فوج کو نکال دیتی ہے
اور انہیں دھتکارتی اور ہزیمت پر مجبور کر دیتی ہے

و اصبحت علامة العزة و علامة الشرف و اصبح صاحب العمامة اذا مرّ قيل هؤلاء الذين غلبوا الروسية -

هكذا اذا عمل العالم ورفع النور قام بالعلم و رأى الناس نورهم اما اذا قعد فانه يضيئ ما حوله والنور عندما تتجمع و تتجمع المصابيح فان النتيجة هو نور قويّ الى المسافات البعيدة فاذا تفرقت المصابيح اصبحت ضئيلة لا نرى الّا من كان في جوارنا . و اذا اضطرمت في الطريق تساءل الناس -

فيقال هناك مصباح فالطريق هناك و يقول الآخر مصباح هناك فهيّا هناك ويقول الاخر مصباح هناك فيما هناك تتفرق الامة ويضيع الناس -

و ترى اصحب هذه المصابيح نورهم ضعيف لا يريهم بانفسهم الطريق وما اصاب المسلمين مصيبة اكبر من تفرّق حملة المصابيح - اكبر من تفرّق العلماء

پھر یہ دستار عزت و شرف کی علامت بن گئی۔ اور پگڑی والا جب کہیں سے گذرتا تو یہ کہا جانے لگا کہ یہ کہ یہ وہی لوگ ہیں جو روس پر غالب آئے ۔

حضرات! یونہی جب عالم باعمل ہو اور حق کی روشنی کو اٹھا کر بلند کر دے۔ علم کی طرف توجہ دے۔ تو تو لوگ اس کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں اور اگر وہ بیٹھا رہے تو وہ صرف آس پاس کی چیزوں کو روشن کرتا ہے۔ پھر جب بہت سے چراغ جمع ہو جاتے ہیں تو نتیجہ کے طور پر ایسی تیز روشنی بنتی ہے جو دور دور تک پھیلتی ہے اور جب چراغ متفرق ہو جاتے ہیں تو روشنی ماند پڑ جاتی ہے ہم ان سے سوائے قریب کے لوگوں کے کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ اور جب ایسے چراغ رستے میں کہیں ادھر ادھر جلتے ہیں تو لوگ پوچھا کرتے ہیں ۔ پھر کوئی کہتا ہے ۔ وہاں چراغ جل رہا ہے ۔ لہذا راستہ بھی ادھر ہے ۔ دوسرا کہتا ہے نہیں اس طرف چراغ جلتا ہے آؤ ادھر چلیں۔ تیسرا کہتا ہے وہاں سے وہاں چلو۔ چنانچہ امت منتشر ہو جاتی ہے اور لوگ ضائع ہو جاتے ہیں۔

تم دیکھو گے کہ ان متفرق چراغوں والوں کی روشنی کمزور ہوتی ہے حتیٰ کہ یہ خود ان کو بھی راستہ نہیں دکھا سکتی مسلمان پر جب کبھی بھی بڑی مصیبت آئی تو وہ حاملین نور اور علماء کے تفرق اور انتشار کی وجہ سے آئی ۔

فالحذر الحذر من التفرق والاختلاف
هنيئاً لكم فى هذا الاجتماع
و هذه المناسقة احبّ ان ازفّ
اليكم خبراً يبيّن لنا انما النصرة
للاسلام فى كل ميدان و ان العزة
للاسلام -

چنانچہ ڈرتے رہو۔ اختلاف اور تفرق سے بچتے رہو۔ آج تمہیں یہ اتحاد مبارک ہو یہ ہم آہنگی مبارک ہو۔ میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں جو واضح کرتی ہے کہ ہر میدان میں اسلام کی فتح ہوگی۔ اور اسلام ہی کے لئے سر بلندی ہے۔

حديث من احاديث الرسول صلى الله
عليه وسلم - يا حملة الحديث - كان
هذا الحديث مشكلا من الاحاديث
المشكلة عند ارباب هذا الفن
يقرؤن قول رسول صلى الله عليه
وسلم الذى رواه البخارى
الحبة السوداء شفاء من كل داء

حدیث کے حاملو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے ایک حدیث ہے جو اصحاب حدیث کے ہاں ایک مشکل حدیث تھی وہ نبی کریمؐ کا یہ قول پڑھا کرتے تھے جیسے امام بخاری نے روایت کیا۔ کہ الحبۃ السوداء شفا من کل داء۔

"كلونجى" نعم الحبة السوداء
(كلونجى) شفاء من كل داء . قال
احد الشيوعيين الى فى زمن قديم
"اذاً لا نحتاج الى الادويه . اذاً لا
نحتاج الى المستشفى الرسولؐ
يقول هكذا"

ہاں کلونجی ہر مرض کا علاج ہے۔ تو کچھ مدت پہلے مجھ سے ایک اشتراکی نے کہا۔ کہ پھر تو ہمیں دواؤں کی ضرورت ہے نہ ہسپتال جانے کی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ کلونجی میں ہر مرض کی دوا ہے۔

" الحبة السوداء شفاء من كل داء
ولكن الجواب جاء اليوم أتدرون
من اين جاء ؟ من امريكه من
امريكه جاء الجواب على يد عالم مسلم
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول - الحبة السوداء شفاء لكل داء

لیکن آج جواب مل گیا ہے۔ پتہ ہے کہاں سے ؟ امریکہ سے۔ امریکہ سے ایک مسلمان عالم کے ہاتھ جواب آگیا۔
اس نے کہا کہ جب رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ کلونجی ہر مرض کی دوا ہے تو اس کا قول حق ہے۔ اب میرے

فقوله حق اذاً لابدّ ان ارىٰ انّ
هذه الحبة السوداء لماذا؟
فاختار عشرين شخصاً و قسّمهم
مجموعتين۔ و اعطى المجموعة الاولى
الحبة السوداء و اعطى المجموعة
الثانيه مسحوقاً من الفحم۔ ثم
اختبر عشر الحبة السوداء على
جهاز فى الجسم اسمه جهاز
المناعة۔ ما ذا يعمل جهاز
المناعة؟ يقضى على كل الامراض
قال فما هو اثر الحبة السوداء على جهاز
المناعة قال۔ تحصّل جهاز المناعة
فى الذين اكلوا الحبة السوداء بنسبة
ثلث وسبعين فى المأة فقال الحمد
لله الجواب موجود۔ الحبة السوداء
تُقوّى جهاز المناعة۔ وجهاز المناعه
يطرد كل الامراض۔ صدق رسول
الله صلى الله عليه وسلّم۔

الاسلام فى تكدّر فى كل الميادين
ولكن كثير من الناس يقولون ما هو
الطريق لايقاظ المسلمين۔ فيقولون
ان يوجد العلماء العاملون۔ امّا انا
فاقول۔ انما الطريق لايقاظ المسلمين
اقامة المدارس التى تخرّج العلماء
العاملين۔ اقامة المصانع التى

لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ الحبۃ السوداء یعنی کلونجی
کا فائدہ کیا ہے؟
لہٰذا اس نے بیس آدمیوں کا انتخاب کیا اور ان
کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک گروہ کو کلونجی
کھلائی اور دوسرے کو پیسا ہوا کوئلہ دیا۔ پھر کلونجی
والے گروہ کے ایک جسمانی نظام جسے دفاعی نظام
کہتے ہیں کا معائنہ کیا۔ دفاعی نظام کا کیا کام ہے؟ یہ
قوت تمام امراض سے بچاؤ کا کام کرتی ہے۔ کلونجی
کا اثر دفاعی قوت پر کیا پڑا؟ وہ کہتا ہے۔ کہ کلونجی
والے گروہ میں دوسرے گروہ کی نسبت ۳، فیصد
دفاعی قوت بڑھ گئی۔ تو اس نے خدا کا شکریہ ادا
کیا کہ جواب مل گیا۔ کلونجی دفاعی نظام کو طاقت ور
بناتی ہے اور دفاعی نظام تمام امراض کا خاتمہ کرتی
ہے لہٰذا رسول اللہؐ سچے ہیں۔

اہل اسلام ہر میدان میں آلودگی کا شکار ہیں
مگر بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی بیداری
کا راستہ کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں۔ یہ کہ باعمل عالم پیدا
ہوں۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی بیداری کا
راستہ ایسے مدارس کا قیام ہے جو کہ باعمل علماء نکالیں
ایسے کارخانوں کا قیام ہے جو کہ متقی علماء پیدا
کریں یہی مسلمانوں کی بیداری کا راستہ ہے۔

تخرّج العلماء العاملين الاتقياء - هذا هو الطريق لا يقاظ المسلمين.

و انی فی غاية السرور والسعادة ان اجد نفسی مع العلماء فی هذه المدارس - اسأل الله العظيم ان يبارك فيها و ان يوفّق قادتها و القائمين عليها. و طلّا بها والمؤظفين لها و المواصلين لها. وان ياخذ بيدهم الی اعلاء كلمة الله ونشر دين الله واقامة سنة رسول الله اسأل الله العظيم رب العرش العظيم ان يكتب النصر للمجاهدين فی افغانستان و ان يجمع كلمتهم و يوحّد صفوفهم وان ينصرهم نصراً عزيزاً. واسأل الله ان يجمع كلمة علماء المسلمين فی الارض. وان يعلی كلمتهم.

مجھے انتہائی مسرت ہے اور سعادت سمجھتا ہوں کہ اپنے آپ کو ان مدارس میں علماء کے ساتھ پاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان میں برکت ڈالے اور ان کے اکابر، انتظامیہ، طلبہ، ملازمین اور متعلقین کو توفیق دے - کہ وہ کلمۃ اللہ کی سربلندی اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت اور سنت نبوی کی اقامت کا کام کریں۔ اور دعا ہے کہ اللہ رب العزت مجاہدین کے لئے مدد مقدّر فرمائے۔ ان کی صفوں میں وحدت پیدا فرمائے اور ان کی بڑی مدد فرمائے۔ نیز دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں میں اتحاد پیدا فرمائے اور ان کی بات کو عظمت عطا فرمائے۔

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

علامہ سید ابوالحسن علی ندوی کی تازہ کتاب "المرتضیٰ" سے ایک اقتباس

شیعہ تصور حکومت و حکمرانی

خمینی کا عقیدۂ امامت

فرقۂ اثنا عشریہ کا عقیدۂ امامت، اس (امامت) کے اپنانے کے نفسیاتی محرکات، قدیم ایران اور اس عقائد کا عکس

فرقۂ اثنا عشریہ کا عقیدۂ امامت گذشتہ صفحات سے یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہو گئی کہ بزرگانِ اہلِ بیت اسلام کے صاف ستھرے عقیدہ پر سختی سے کاربند تھے۔ یہ وہ عقیدہ تھا جو انہیں اپنے نبی اور جدِ امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا تھا یعنی توحیدِ خالص اور ختمِ نبوت کا واضح اور بے میل عقیدہ، امت کے سوادِ اعظم اور اہلسنت کے اجماعی عقیدہ کے مطابق اُن کا اس پر ایمان تھا کہ وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے، دین تکمیل پا چکا، اور اسی دین سے دنیا کی سعادت اور آخرت کی نجات مربوط ہے، اور یہی وہ دینِ کامل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ	آج میں تمہارے لیے تمہارا دین مکمل، تم پر اپنی نعمت
نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط	تمام اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین منتخب و پسند
(سورۃ المائدہ : ۳)	کر چکا۔

اس کے بعد نہ کوئی نبوت آئے گی اور نہ جدید طریقہ پر شریعت سازی کا کام ہوگا، دین میں نہ کمی کی گنجائش ہے نہ اضافہ کی اجازت۔ یہی وہ عقیدہ تھا جس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لے کر وہ سب حضرات سختی سے قائم رہے۔ جن کے حالات تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں، اور وہ کسی حیثیت سے بطور مثال پیش کیے جا سکتے ہیں۔

سفیان مطرف سے اور وہ شعبی سے اور شعبی ابوجحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آیا آپ کو قرآن کے علاوہ بھی کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست ملی ہے (جس کا علم دوسروں کو نہ ہوا)[1] تو فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس نے تخم میں شگاف ڈالا اور جس نے ذی روح کو پیدا کیا، میرے پاس کچھ نہیں ہے اِلّا یہ کہ

---

[1] اس سوال کی ضرورت اس لیے پڑی کہ چند لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ سے بہت سی باتیں وہ کہی گئی تھیں جو بطور وصیت یا راز کے ان کے سینہ میں پنہاں تھیں۔

اللہ نے وہ سمجھ دی ہے جو قرآن فہمی کے لیے اللہ تعالیٰ کسی کو بخشتا ہے، یا وہ جو میرے صحیفہ میں ہے" دریافت کیا آپ کے صحیفہ میں کیا ہے؟ جواب دیا: "مسلمان کی دیت[1]، قیدیوں کی رہائی، اور یہ کہ کافر کے عوض مسلمان نہ قتل کیا جائے[2]"

اس عقیدہ (امامت) کو اپنانے کے نفسیاتی محرکات سطور بالا سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ اہلِ بیت کرام، اُمت کے اجماعی عقیدہ اور مسلک پر پوری شدت سے قائم اور اس کے داعی تھے، وہ اپنے تئیں کتاب و سنت کی پیروی کا پابند اور اُمتِ محمدیہ کا ایک فرد باور کرتے تھے، جو صرف اپنے عمل و تقویٰ اور علم و اخلاق سے امتیاز و احترام کا مستحق ہو سکتا تھا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ، لیکن بعد میں وہ مزاج اُبھر آیا جس کی تہہ میں جاہلیتِ قدیمہ اور ادیانِ محرّفہ کی روح کام کر رہی تھی۔ اور جس میں ان تمدنوں اور فلسفوں کا اثر تھا جو عہدِ قدیم میں یونان، ایران اور ہندوستان اور چین میں پروان چڑھے اور نقطۂ عروج پر پہنچے، مزاج اور اندازِ فکر یہ تھا کہ حکمران خاندان اور ان خاندانوں کے، جن کو عہدِ قدیم سے روحانی یا مذہبی قیادت حاصل رہی ہے، اور جنہوں نے سخت ریاضتوں اور بڑے مجاہدوں اور کسی درجہ میں عام سطح سے بلند ہو کر اپنی اخلاقی و روحانی حیثیت تسلیم کرائی ہے، افراد کو معصوم سمجھا جائے، اور ان کے اس حق اور اختیار کو آنکھ بند کر کے تسلیم کیا جائے کہ وہ مذہبی قوانین کو تبدیل کر سکتے اور توڑ سکتے ہیں اور ان کو قانون سازی کا آزادانہ اور مکمل اختیار ہے[3]۔

اس نظریہ کی قبولیت و اشاعت میں کچھ نفسیاتی خواہشات اور اندرونی ترغیبات بھی معاون ثابت ہوتی ہیں:-

(۱) اس کے ذریعہ انفرادی طور پر ذمہ داری اور جوابدہی کے جھگڑوں سے نجات ملتی ہے، اور ہر معاملہ میں ایک خاص طبقہ یا کسی مخصوص خاندان کے فرد یا افراد پر اعتماد کرنا کافی ہوتا ہے جو اس خانوادے کی نمائندگی کرتے ہوں۔

(۲) اعتماد، احترام اور مکمل انقیاد و اطاعت کسی مخصوص خاندان یا اس کے بعض افراد سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ کام ایک کامل و وسیع شریعت کے اتباع سے آسان معلوم ہوتا ہے، جس میں قدم قدم پر پابندیاں اور احکام ہیں، علماء کے اجتہادات بھی ہیں اور ایک وسیع فقہی ذخیرہ بھی ہے۔

(۳) کسی ایک خاندان یا فردِ واحد یا چند افراد کا استحصال آسان ہے، اور اس کو راضی رکھ کر سیادت و قیادت حاصل ہو سکتی ہے، انفرادی خواہشاتِ نفس کو پورا کرنے کا بہتر موقع مل سکتا ہے، بہت سی مشکلات سے نجات مل جاتی ہے اور معمولی سی کوشش سے ان کا تقرب حاصل کر کے برسوں کی جد و جہد اور طول طویل مسافت طے کرنے کے بعد جو مل سکتا ہے، وہ آسانی سے اور جلد مل جاتا ہے، کیونکہ عوام کے ذہن میں اس خانوادے کے معصوم ہونے کا عقیدہ راسخ ہوتا ہے، اور ہر زمانہ میں چالاک اور شاطر قسم کے

---

[1] مقتول مسلمان کی دیت (معاوضہ میں) کتنے اونٹ دیئے جائیں اور اس کے ورثاء کو کس طرح اس کا تاوان ادا کیا جائے۔

[2] مسند علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) مسند الامام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ)

[3] ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA - P. 194 - VOL. 9 (1985)

سیاسی ذہن رکھنے والوں نے اپنی ترقی کے لیئے یہی راستہ اختیار کیا ہے۔

اثنا عشری فرقہ میں اس عقیدہ (نسلی و موروثی تقدس و منصب امامت) کی پرورش نے سیاسی، خاندانی اور ذاتی مقاصد کی (سہولت کے ساتھ تکمیل میں) مدد کی، اس کو ایک مذہبی عقیدہ کے طور پر تسلیم کیا گیا اور تقدس کے پردے ان پر پڑے رہے۔

اس فرقہ نے یہ باور کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء اور ائمہ کا تعین اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، وہ پیغمبروں کی طرح معصوم ہیں، اور ان کی اطاعت سب مسلمانوں پر فرض ہے، ان کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ کے مساوی ہے، اور دوسرے انبیاء کرام سے بڑھ کر ہے، خلق خدا پر اللہ کی حجت بغیر امام کے نافذ نہیں ہو سکتی، اور امام کو جب تک جانا نہ جائے حجت خداوندی تمام نہیں ہو سکتی، دنیا بغیر امام کے قائم نہیں رہ سکتی، امام کی معرفت ایمان کے لیئے شرط ہے، اور امام کی اطاعت انبیاء کی اطاعت کی طرح ہے، ائمہ کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی امر حلال کو حرام قرار دیں یا حرام اشیاء کو حلال کر دیں، کیونکہ وہ پیغمبروں کی طرح معصوم ہیں، اور ائمہ معصومین پر ایمان لانے والا جنتی ہے، خواہ وہ ظالم و فاسق اور فاجر ہو، آئمہ کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مساوی اور تمام مخلوقات سے بلند ہے، ان ائمہ پر مخلوق کے اعمال رات اور دن دونوں وقت پیش کیے جاتے ہیں، اور فرشتے اُئمہ کے حضور رات دن آیا کرتے ہیں، ان کو ہر شب جمعہ کو معراج حاصل ہوتی ہے، لیلۃ القدر میں ہر سال ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب نازل ہوتی ہے، موت و حیات ان کے دست قدرت میں ہے، اور وہ دنیا و آخرت کے مالک ہیں، جس کو چاہیں دیں اور جو چاہیں دیں[1]

"کتاب الکافی" میں یہ بھی مذکور ہے :-

"حسن بن عباس المعروفی نے امام علی رضا کو لکھا: میں آپ پر فدا ہوں بتایئے کہ رسول و نبی اور امام کے درمیان کیا فرق ہے؟ انہوں نے لکھا یا جواب دیا: رسول، نبی اور امام کے درمیان یہ فرق ہے کہ رسول وہ ہے جس کے پاس جبرئیلؑ آتے ہیں وہ ان کو دیکھتا ہے اور ان کی بات سُنتا ہے، اور ان پر وہ وحی اتارتے ہیں اور کبھی ان کو خواب میں دیکھتا ہے، جیسے حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا تھا، اور نبی بعض اوقات بات سُنتا ہے اور کبھی دیکھ بھی لیتا ہے! اور امام وہ شخص ہے جو فرشتہ کی بات سنتا ہے مگر اس کو دیکھتا نہیں ہے"[2]

علامہ ابن خلدونؒ نے مؤرخانہ دیانتداری کے ساتھ علمی طور پر جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے :-

"شیعوں کے نزدیک "امامت" ان عوامی ضروریات میں سے نہیں ہے جس کی ذمہ داری امت کی بصیرت کے سپرد کی جاتی ہے، اور صاحب اختیار (امام) مسلمانوں کا اختیار کردہ شخص ہوتا ہے، بلکہ امامت ان کے یہاں دین کا ایک رُکن اور اسلام کا ایک ستون ہے، کوئی پیغمبر نہ اس سے غفلت برت سکتا ہے، اور نہ اس کو قوم کے سپرد کر سکتا

---

[1] ماخوذ از کتاب "اصول الکافی" ص ۱۰۳-۲۵۹ - اور "شرح اصول الکافی للکلینی" (م ۳۲۸ھ) جلد ۲ ص ۲۲۹ -
[2] کتاب "اصول الکافی" ص ۸۲ طبع ایران ۱۲۸۱ھ

ہے، بلکہ پیغمبر کا فرض ہے کہ امت کے لیے امام متعین کر دے اور وہ امام ہر قسم کے گناہ صغائر و کبائر سے معصوم ہو گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں جن کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (ان نصوص کی روشنی میں جن کو وہ روایت کرتے ہیں اور اپنے عقیدہ کے مطابق ڈھالتے ہیں) متعین کر دیا تھا"[1]

یہ عقیدہ فرقۂ اثنا عشریہ میں نسلاً بعد نسلٍ تسلسل کے ساتھ قائم رہا اور اب تک یہی عقیدہ ہے، کیونکہ یہ بنیادی عقائد میں داخل ہے، اور یہی عقیدہ عصرِ حاضر میں امام خمینی تک پہنچا ہے۔ موصوف اپنی کتاب "الحکومۃ الاسلامیۃ" میں ولایتِ تکوینی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں جس کا ہم بعینہٖ ترجمہ پیش کرتے ہیں :۔

"اماموں کو مقامِ محمود، درجۂ بلند اور وہ خلافتِ تکوینی حاصل ہے جس کی ولایت و سطوت کے تابع کائنات کا ذرہ ذرہ ہے، ہمارے مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ کا وہ مقام ہے جس کو کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل بھی پہنچ نہیں سکتا۔ ہمارے یہاں جو روایات اور احادیث ہیں ان کی رو سے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم و ائمہ علیہم السلام اس عالم کے وجود سے پہلے انوار تھے، جو عرشِ خداوندی کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے، اللہ نے ان کو منزلت اور تقرب کا وہ درجہ دیا ہے جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں"[2]

اس عقیدہ سے معاشرۂ انسانی اور مذہبی حلقہ پر کیا غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ اس کو غیر مسلم دانشوروں نے بھی محسوس کیا، اور ان کی نشاندہی کی ہے —— پیٹرک ہوگس (PATRICK HUGEC) کہتا ہے :۔

"شیعہ، اماموں کو اللہ کی صفات کا حامل بتاتے ہیں"[3]

اور ویوانو (WIVANOW) لکھتا ہے :۔

"ہمیشہ کیلئے امامت کے تسلسل کا عقیدہ نبوت کو ایک ضمنی مقام عطا کرتا ہے"[4]

قدیم ایران اور اس کے عقائد کا عکس | دراصل امامت کا نازک عقیدہ جس کے حدود و مسافات بڑے خاندانوں اور گھرانوں کو تقدس اور الوہیت کے حدود سے ملاتے ہیں، اُن پر قدیم ایران کے عقائد کی چھاپ ہے۔ قدیم ایران میں سیادت، دینی قیادت اور حکومت قبیلۂ "میدیا" کو حاصل تھی، پھر یہ سربراہی قبیلۂ "المغان" کو اُس وقت حاصل ہوئی جب مذہب زردشت غالب آیا اور ایران پر اس کا اثر قائم ہوا، اہلِ ایران کے ہاں ایک اونچی ذات مذہب کے داعیوں کی تھی، جس کو کہنوت (PRIEST CLASS) کہا جاتا تھا۔ ان کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ وہ زمین پر ظلِ الٰہی اور تمام لوگ اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ

---

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۱۳۸ طبع مصر [2] "الحکومۃ الاسلامیۃ" ص ۵۲ (مطبوعہ مکتبۂ بزرگ اسلامیہ طہران۔ ایران)

[3] THOMAS PATRICK HUGES: DICTIONARY OF ISLAM LONDON. 1885, P. 574

[4] H.A.R. GIBB & J.H. KRAONER: SHORTER ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM LITT-1953 - P- 248

ان خداوندوں کی خدمت کریں، حکمران کے لیے ضروری تھا کہ وہ اسی قبیلہ کا فرد ہو، کیونکہ خدا ان کے اندر حلول کر گیا ہے، اور جسم کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے، اور آتشکدہ کی سربراہی اور اس کی تنظیم صرف اسی قبیلہ کا حق ہے[1]

مسٹر دوزی (DOZY) لکھتے ہیں:۔

"اہلِ ایران بادشاہِ وقت کو خدا کا ہم پلہ سمجھتے تھے اور بادشاہ کے اہلِ خاندان کو بھی اسی نظر سے دیکھا کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ امام کی اطاعت فرض ہے اور اس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے[2]"

کسی ایک خاندان پر اس درجہ انحصار اور اس خاندان کی دینی، روحانی اور سیاسی اجارہ داری نے قدیم مذاہب کے پیرووں کو (جن میں اصلاحی تحریکیں بھی اٹھیں) بدترین قسم کی ذہنی غلامی میں مبتلا کر دیا، اور وہ خدا پرستی کے بجائے انسان پرستی اور خاندان پرستی کے شکار ہو گئے، اس کے نتیجہ میں انسانوں کی ذہنی صلاحیتیں، قوتِ تمیز اور فکر و نقد کی آزادی (جو فکری، علمی، اخلاقی اصلاحات و انقلابات کا سرچشمہ ہے) تعطل و جمود کا شکار ہو جاتی ہے۔

بسا اوقات اس کے ذریعہ انسانی توانائیوں اور کسبِ معیشت کے ذرائع کا بُری طرح استحصال کیا گیا ہے، قرونِ وسطیٰ میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ مغفرت کے پروانے (تذاکرِ الغفران) اور جنت کے اجازت نامے بھی فروخت کیے جانے لگے[3] اور اس اندھی عقیدت مندی کی وجہ سے کلیسا اور علم کے درمیان خونریز کشمکش اور جنگ بھی ہوئی[4] اس صورتحال نے یورپ کو تفریقِ دین و سیاست کے نظریہ کے اختیار کرنے اور بالآخر الحاد تک پہنچا دیا۔ لامذہبی (سیکولر) حکومت سے قطع نظر یہ متعدد مسلم ممالک میں بھی (بطور علاج) اختیار کیا جا رہا ہے، جن کی ان ممالک میں نہ ضرورت تھی نہ جواز، اس سے ان حکومتوں اور ان دینی جماعتوں اور سادہ دل و دین دوست عوام کے درمیان جو ملک میں اسلامی احکام کا نفاذ چاہتے ہیں، ایک کشمکش پیدا ہو گئی ہے اور ان ممالک کی قوتیں اور ان کے وسائل بے جگہ اور اصل حریف طاقتوں کو چھوڑ کر اندرونی و باہمی کشمکش میں ضائع ہو رہے ہیں۔

اس طرح کا مطلق العنان اقتدار جو نبوت کے متوازی امامت سے پیدا ہوتا ہے، اور جس کو اختیار ہوتا ہے کہ احکامِ شریعت خود تصنیف کرے اور نصوصِ قطعیہ سے ثابت احکام کو منسوخ کر سکے، اس کو بے چون و چرا تسلیم کر لینے کے نتائج یہاں تک دنیا کے سامنے آئے کہ ایسا دینی اقتدارِ مطلق جس دینی رکن، جس شرعی حکم اور جس اسلامی فریضہ کو چاہے جماعتی اور سیاسی مصلحت کی بناء پر مامور من اللہ اور معصوم امام مجتہد کے اجتہاد کی بناء پر کالعدم قرار دے سکتا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو "تاریخ الدیانۃ الزردشتیۃ" نیز ایرانِ قدیم کی تاریخ و مذاہب پر دوسری کتابیں [2] منقول از فجر الاسلام ص ۲۷۷

[3] بیان کیا جاتا ہے کہ ایران و عراق کی جنگ میں امام خمینی نے بھی محاذِ جنگ پر جاتے والوں کو اس طرح کی ضمانتیں دی ہیں۔

[4] اس خونریز کشمکش کی تفصیل کے لیے ڈراپر امریکی کی شہرۂ آفاق کتاب "معرکۂ مذہب و سائنس" (CONFLICT BETWEEN RELIGION AND SCIENCE BY DRAPPER) کا مطالعہ مفید ہو گا۔

اس کی تازہ مثال یہ ہے کہ حال ہی میں ایران کے سرکاری ترجمان "کیہان" نے اپنے شمارہ ۸۲ مورخہ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ میں حجۃ الاسلام سید علی خامنائی کے نام امام خمینی کے پیغام کو بڑی سرخی میں شائع کیا ہے کہ :-

"حکومت مساجد کو معطل یا منہدم کر سکتی ہے، اور حکومت نماز روزہ پر مقدم ہے"

اس میں مزید کہا گیا ہے کہ :-

"حکومت براہ راست ولایت رسول اللہ کی شاخ اور دین کے بنیادی و اوّلین احکام میں سے ہے، اس کو تمام فروعی احکام پر ترجیح حاصل ہے یہاں تک کہ نماز، روزہ اور حج پر بھی وہ مقدم ہے۔ والیِ حکومت کے لیے ضرورت کے وقت مساجد کو معطل کرنا بھی جائز ہے، اور اس کے لیے یہ بھی روا ہے کہ کسی مسجد کو سرے سے منہدم کر دے، اور وہ اسلامی احکام جو اس وقت اسلام کے مفاد کے مخالف (نظر آتے) ہوں، خواہ عبادات میں ہوں یا ان کے علاوہ سب کو کالعدم کر سکتی ہے، اور اگر مملکتِ اسلامی کے مفاد کا تقاضا ہو تو یہ حکومت حج کو بھی معطل کر سکتی ہے، جو کہ اسلام کے اہم ترین فرائض میں ایک فریضہ ہے، کیونکہ یہ حکومت بجائے خود ایک آزاد ولایتِ الٰہی ہے"[1]

اور یہ معلوم ہے کہ یہ عمل یعنی احکامِ شریعت میں آزادانہ تصرف، کسی منصوص شرعی حکم کا منسوخ کرنا یا معطل کر دینا اور وہ بھی ایک فرد کے اجتہاد یا سیاسی مصلحت کے پیشِ نظر، دین کے لیے (جو ہمیشہ رہنے والا ہے، اور ہمیشہ کے لیے آیا ہے) ایک مستقل خطرہ ہے، اور یہ دین میں آزادانہ مداخلت، پوری مسلمان قوم اور مکمل اسلامی ملک کے لیے اسلام سے کنارہ کشی اور محرومی (یا اجتماعی عملی ارتداد) تک پہنچا سکتی ہے، اور اس حکومت کی کورانہ اطاعت پورے دین کو معطل و بے اثر کر سکتی ہے، اور اس کو ایسے حالات سے دوچار کر سکتی ہے جن سے نجات حاصل کرنا دشوار ہو جائے ۔ اس کی ایک مثال ایران و عراق اور خلیجی ممالک کے درمیان وہ بے مقصد طویل جنگ ہے جس نے دونوں محاذوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے، اور ان کو تباہی کے کنارے پہنچا کر ایک محاذ کے شدید نقصانات اور ملک کی تباہی، اندرونی انتشار و بے چینی کے خطرہ کی بناء پر، اور کچھ بڑی طاقتوں کی مداخلت کی وجہ سے بڑی مشکل سے ماہ اگست ۱۹۸۸ء میں ختم ہوئی۔

یہ امامتِ مطلقہ جو کورانہ اطاعت کی طالب ہے۔ ایک استبدادی حاکم (مطلق العنان ڈکٹیٹر) کا رول ادا کرتی ہے جس سے روئے زمین پر فساد پھیل سکتا ہے، اور جس سے نسلِ انسانی، زراعت و تجارت، امن و امان سب خطرہ میں پڑ سکتے ہیں۔ مطلق العنان حکومتوں کے دور میں ایسے تجربات پہلے زمانوں میں بھی ہوئے ہیں، اور جب اس طرزِ استبداد میں دینی رنگ اور تقدیس کی آمیزش بھی ہو اور معصومیت کا عقیدہ بھی شامل ہو اور اس کو مامور من اللہ، نبی کا قائم مقام گردانا جا رہا ہو تو پھر

---

[1] اخبار "کیہان"، شمارہ ۸۲ مؤرخہ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

اس کی ہلاکت خیزی کہیں سے کہیں پہنچ سکتی ہے، اور وہ پورے ملک یا پوری قوم یا کم سے کم ایک فرقہ کے لیے اجتماعی خودکشی و خودسوزی کے مترادف و مساوی ہو سکتی ہے جس سے نجات پانا آسان نہیں۔

اس کے علاوہ (اس عقیدۂ تقدس وعظمت کے نتیجہ میں) بے عمل، بیکار و کاہل انسانوں اور بے فکروں کی ایسی جماعتیں وجود میں آتی ہیں جو قوم کی ثروت سے کھیلتی ہیں، اور قوم کی وہ دولت جو اس کے گاڑھے پسینہ کی کمائی اور پُرمشقت محنتوں کا نتیجہ ہے، اس طبقہ کے عیش وعشرت میں ضائع ہوتی ہے، بیکاری بڑھتی ہے، دینی و علمی طبقوں میں کھوتی، یا پائی یا امام معصوم و مُطاع کے بھیس میں قرونِ وسطیٰ کا بے رحم جاگیردارانہ نظام وجود میں آتا ہے، محنت و عرق ریزی، مشغولیت و قابلیت کے نتائج و فوائد سے صرف چند خاندان فائدہ اٹھاتے ہیں، اور عوام کے حقوق پامال ہوتے ہیں اور وہ طبقہ سامنے آتا ہے جو اپنی معیشت کے لیے اور اپنی اولاد کی پرورش کے لیے انگلی ہلانا بھی ضروری نہیں سمجھتا، وہ اپنے پسینہ کا ایک قطرہ بہائے بغیر محنت کش طبقہ کی ثروت پر دادِ عیش دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ - (سورۂ توبہ: ۳۴)	مومنو! (اہلِ کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ، لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور ان کو راہِ خدا سے روکتے ہیں۔

بقیہ ص ۱۹ اپنے شاگردوں اور عزیزوں کے لئے ازراہ شفقت کھڑا ہونے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں بلکہ عین سنت کا تقاضا ہے۔ کھڑا ہونا ایک تو تعظیماً ہوتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

قُومُوا لِسَيِّدِكُم - اپنے بزرگ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اور ایک کھڑا ہونا ازراہ شفقت بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہم حدیث میں پڑھتے ہیں:-

کَانَت اذا دخلت علیہ قام الیہا - کہ جب بھی وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

فقہا نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ کھڑا ہونا صرف تعظیماً ہی نہیں ہے بلکہ شاگرد یا عزیز کے لئے ازراہ شفقت کھڑا ہونا بھی مستحسن ہے۔ میں بات سمیٹتا ہوں کہ اگر شاگرد یہ بات پلے باندھ لیں کہ استاد ان کے محسن ہیں وہ ان سے فیض حاصل کرتے ہیں اور استاد اپنے مضمون سے وفا کریں اور اس پر دسترس حاصل کرنے کے لئے کاوش کریں اور اپنے شاگردوں کے سامنے بغیر تیاری کے نہ آئیں اور امام مالکؒ کی طرح لا ادری - یہ بات مجھے نہیں آتی کہنے میں کوئی تامل نہ ہو تو استاد اور شاگرد کے رشتے سے زیادہ جاذبیت رکھنے والا کوئی رشتہ نہیں ہے۔
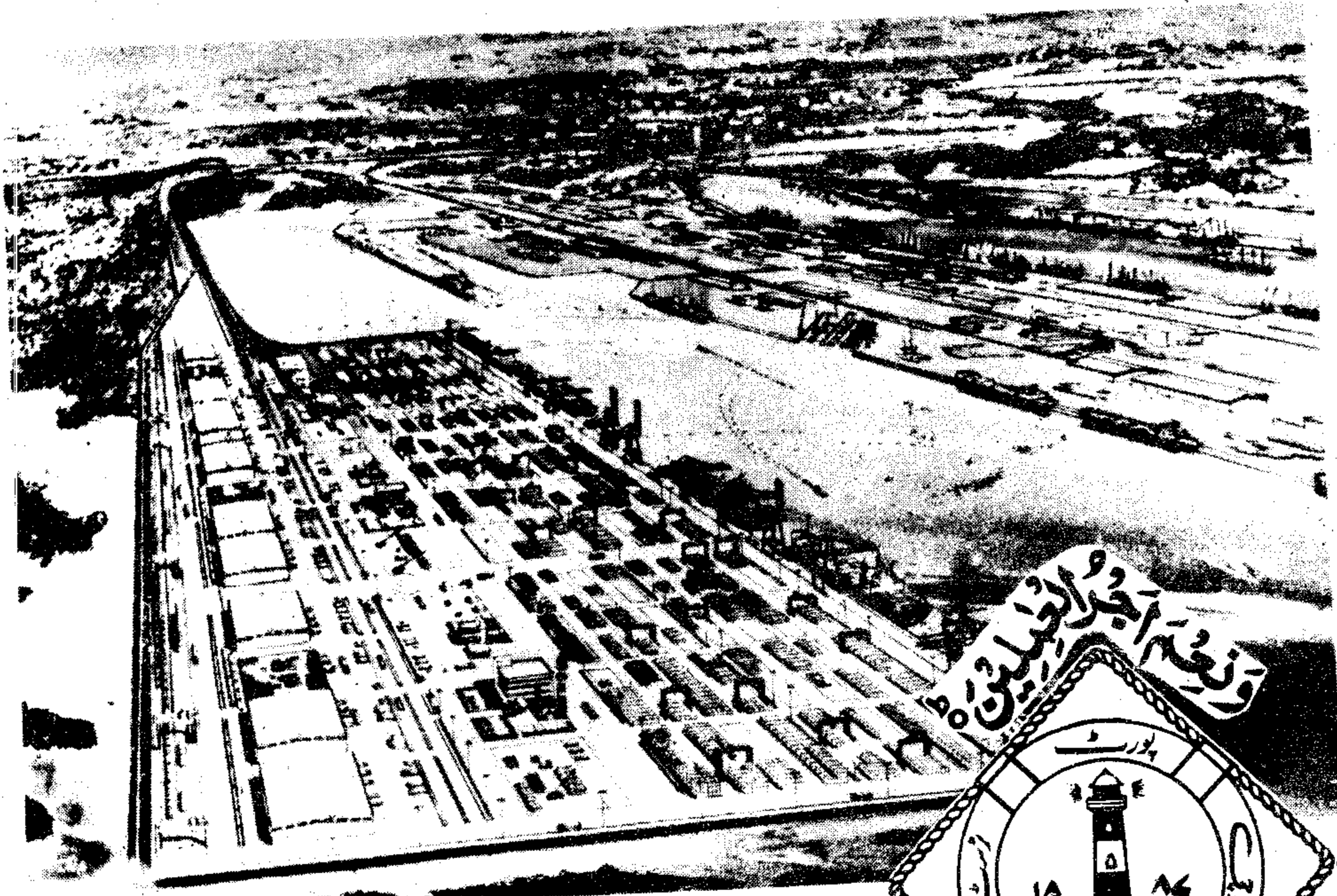
حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ
دار الارشاد ۔ اٹک

میری علمی اور مطالعاتی زندگی

آج سے کوئی اٹھارہ سال قبل جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق مدظلہ نے مشاہیر اور اکابر علماء کرام کے نام "میری علمی اور مطالعاتی زندگی" کے عنوان پر تاثرات قلم بند کرنے کے سلسلہ میں ایک سوالنامہ مرتب کرکے بھیجا تھا جس کے جواب میں ملک اور بیرون ملک سے ممتاز جید علماء کرام نے اپنے بلند پایہ تاثرات اور گراں مایہ خیالات پر مبنی مفصل اور بعض نے مختصر مگر جامع مضامین ارسال فرمائے تھے۔ جو ماہنامہ الحق میں شائع ہوتے رہے۔ ان اکابر میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ مولانا مفتی محمد شفیع۔ مولانا شمس الحق افغانی۔ حضرت ضیاء المشائخ مجددی مولانا محمد یوسف بنوری۔ شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ۔ جناب ڈاکٹر حمید اللہ پیرس۔ جناب ڈاکٹر سید عبد اللہ مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا پروفیسر محمد اشرف جیسے بزرگوں کے نام سرِ فہرست ہیں۔ اس سلسلہ مضامین کو قارئین نے بے حد پسند فرمایا تھا۔ اب ادارہ ان گرانقدر مضامین کو ایک مستقل کتابی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے اس موقع پر بعض اکابر کی خدمت میں دوبارہ یاد دہانی کے طور پر بھیجا گیا ہے۔ اور بعض نئے حضرات کی خدمت میں بھی بھیجا گیا ہے۔ مخدوم محترم حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم جو حضرت لاہوریؒ کے ارشد مسترشدین اور اجل خلفاء میں سے ہیں کی وقیع اور گراں قدر جوابی تحریر موصول ہوئی کتابت کرا کے نذرِ قارئین ہے اور انشاء اللہ کچھ عرصہ یہ سلسلہ پھر سے الحق میں چلتا رہے گا۔ ذیل میں حضرت قاضی صاحب موصوف کی گراں قدر تحریر کے ساتھ سوالنامہ بھی درج کیا جا رہا ہے تاکہ استفادہ میں آسانی رہے بعد میں اسے کتاب میں شریک کر دیا جائے گا۔ (ع ق ح)

سوالنامہ ۔ ۱۔ آپ کو علمی زندگی میں کن کتابوں اور مصنفین نے متاثر کیا اور آپ کی محسن کتابوں نے آپ پر کیا نقوش چھوڑے؟ ۔ ۲۔ ایسی کتابوں اور مصنفین کی خصوصیت ۔ ۳۔ کن مجلات اور جرائد سے آپ کو شغف رہا۔ موجودہ صحافت میں کون سے جرائد آپ کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ ۴۔ آپ نے تعلیمی زندگی میں کن اساتذہ اور درسگاہوں کے امتیازی اوصاف جن سے طلبا کی تعمیر و تربیت میں مدد ملی ۔ ۵۔ اس وقت عالم اسلام کو جن جدید مسائل اور حوادث و نوازل کا سامنا ہے اس کے لئے قدیم یا معاصر اہل علم میں سے کن حضرات کی تصانیف کارآمد اور مفید ثابت ہوسکتی ہیں؟ علمی اور دینی محاذوں پر کئی فتنے تحریفی، الحادی اور تجددی رنگ میں (مثلاً انکار حدیث، عقلیت و اباحیت، تجدد، مغربیت، قادیانیت اور ماڈرنزم) مصروف ہیں۔ ان کی سنجیدہ علمی احتساب کونسی کتابیں حق کے متلاشی نوجوان ذہن کی رہنمائی کر سکتی ہیں؟ ۷۔ موجودہ سائنسی اور معاشی مسائل میں کونسی کتابیں اسلام کی صحیح ترجمانی کرتی ہیں۔ ۸۔ مدارس عربیہ کے موجودہ نصاب اور نظام میں وہ کونسی تبدیلیاں ہیں جو اسے موثر اور مفید تر بنا سکتی ہیں۔

امید ہے اپنے مفید خیالات سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دینی علوم کی تعلیم اور تعلم کا یہ امتیازی شرف ہے کہ اس میں معلم، متعلم، صاحب کتاب بلکہ موجد فن سے رابطہ اور نسبت قائم رکھی جاتی ہے۔ علوم دینیہ کی سند اس کا ایک اہم حصہ ہے۔ سند میں اس امر کی وضاحت کی جاتی ہے کہ شاگرد اپنے اساتذہ کو دعاؤں میں یاد رکھے اور ان سے حاصل کردہ علوم و فنون کی اشاعت میں سرگرم عمل رہے انفرادی طور پر بھی بعض اساتذہ اپنے باوفا تلامذہ کو یہ نصیحت کرتے ہیں اور اس پر عمل نہ کرنے والوں سے اظہار ناراضگی کرتے ہیں، یہاں تک فرما دیتے ہیں:۔

یقبح بکم ان تستفیدوا منا ثم تذکرونا ولا تترحموا علینا۔

حضرت اسحاق بن راھویہ محدث کبیر سے ان کے بیٹے محمد نے بیان فرمایا ہے کہ:۔

ایسی رات کم ہی گذرتی ہے کہ جس میں (نماز تہجد) میں اپنے اساتذہ اور تلامذہ کے لئے دعا نہ کروں۔

(برنامج الشبیلی ص ۵)

چنانچہ دیار عرب کے اکثر علماء نے صرف اسی عنوان پر کئی کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں اپنے اساتذہ کرام کے حالات اجمالاً، تفصیلاً ذکر فرمائے ہیں۔ اور اس عنوان کو برنامج کا نام دیا ہے جیسا کہ:۔

برنامج احمد بن عبدالمومن القیسی الشریشی، برنامج احمد بن محمد ابی عزنہ۔ برنامج احمد بن محمد بن مفرج النباتی برنامج روایات الشلوبین۔ برنامج روایات الطلاعی۔ برنامج شیوخ داود بن سلیمان بن حوط اللہ۔ برنامج شیوخ

ئد بن سلیمان بن صطہ اللہ۔ برنامج عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالرحمٰن بن ربیع۔ برنامج ابی عبداللہ الخولانی۔ برنامج راشد بن شریح۔ برنامج عتیق بن علی الاموی۔ برنامج علی بن احمد الزہری۔ برنامج علی بن عبداللہ التجیبی، برنامج محمد بن عبدالملک القطان۔ برنامج محمد بن عبدالحق بن سلیمان۔ برنامج بن عبداللہ الازدی۔ برنامج محمد بن الغزال نی۔ برنامج یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن ربیع۔ برنامج شیوخ العینی م ۶۶۶ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ اس عنوان کی تاب ہے۔ جو ۱۳۸۱ھ میں دمشق سے شائع ہوئی۔

برصغیر میں اس موضوع پر بہت ہی کم لکھا گیا ہے۔ انفرادی طور پر بعض علماء کرام اپنے مشائخ اور اساتذہ حالات جمع کئے ہیں بعض نے "میری محسن کتابیں" کے عنوان سے بھی ان کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جو ان کی نظر میں اثر انگیز گر اجتماعی طور پر تا حال کوئی ایسی کتاب پیش نظر نہیں۔ علماء کرام نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ علماء اسلام نے ریاکاری اور خود نمائی سے دور رہتے ہوئے اس تاریخی اور مفید کام کو بھی نہ فرمایا۔ درس نظامی کی بعض کتابوں میں تو خطبہ تک کا ذکر نہیں الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد سے شروع کر دی ور یہ اسی اخلاص کا اثر ہے۔ کہ ایسی کتب بعض زیادہ مقبول اور ضروری سمجھی گئی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کسی عالم نے اپنے کچھ حالات قلم بند بھی کئے ہیں تو وہ زاویہ خمول میں رہے نہ کسی نے کیا نہ ملے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اشاعتی اداروں نے اس موضوع اور عنوان کو اقتصادی اور مالی لحاظ سے نفع سمجھا۔

مقام شکر ہے کہ برصغیر بلکہ ایشیا کی مشہور علمی، دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے باہمت ہم نے ادھر توجہ کی۔ اور اس عنوان پر علماء کرام کی خدمت میں ایک سوال نامہ بھیج کر ان کے حالات جمع کئے ن میں بعض حسن ظن بلکہ ذرہ نوازی کے طور پر اس ہیچ مدان کو اس سوالنامہ کے جوابات تحریر کرنے کا باصرار حکم لال، کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا اس گناہ گار پر پورا منطبق ہے۔ امتثالاً چند حروف اس لئے پیش کر رہا ہوں سے اپنے کرم فرماؤں کا ذکر زبان اور قلم سے جدا ہو جائے گا۔ جن سے وہی فیض و برکت حاصل ہونے کی توقع ہے نعمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی اور یوں پکار اٹھا ؎

أعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانٍ لَنَا إِنَّ ذِكْرَهُ هُوَ الْمِسْكُ إِذَا مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

اس عنوان پر نمبروار لکھنے سے پہلے یہ عرض ضروری ہے کہ اساتذہ کرام سب کے سب واجب الاحترام ہوتے ہیں جیسا کہ ام نے یہاں تک فرما دیا ہے۔ کہ رتبۃ الاستاذ فوق رتبۃ الوالد (درر غرر ج ۲ ص ۴۵۳)

البتہ بطور کلی مشکک ان میں سے تفاوت کا پایا جانا امر طبعی ہے اس لئے یہ گناہ گار بعض اساتذہ کرام کا تذکرہ اسی سے کرے گا۔

(جوابات) سوال ۱، ۲ کا جواب

اس گناہ گار کو متاثر کرنے والی کتابوں میں سب سے پہلی کتاب اللہ عزاسمہٗ ہے اور دوسری کتاب صحیح بخاری اور اس کی شرح قسطلانی، اہل علم حضرات کی مرتبہ کتابوں میں سے

قاضی محمد سلمان منصور پوری کی مولفہ رحمۃ للعالمین

ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آباد (حال فرانس) کی مرتبہ عہد نبوی کے میدان جنگ

چونکہ اس گناہ گار کا سرمایہ دارین صرف اور صرف محبت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اس لئے مندرجہ بالا کتب اور اسی عنوان سے دوسری کتب بھی محبوب ہیں۔

۳۔ مندرجہ ذیل مجلات وجرائد سے علمی، عملی، دینی، روحانی فوائد حاصل ہوئے۔

معارف اعظم گڈھ۔ برہان دہلی۔ صدق اور صدق جدید لکھنؤ۔ خدام الدین لاہور۔

جدید مجلات سے الحق۔ البلاغ اور الخیر مفید پاتے ہیں۔

۴۔ میری تعلیمی اسفار کی زندگی کے دو دور ہیں۔

پہلا دور، اپنے وطن علاقہ چھچھ میں سب سے زیادہ دعائیں اور توجہات مولانا سعد الدین جلالوی (جو مولانا عبدالحئی لکھنوی کے شاگرد تھے) سے حاصل ہوئی۔

دوسرا دور تین مدارس پر مشتمل ہے۔

۱۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور۔ ان اساتذہ کرام میں سے مولانا جمیل احمد تھانوی حال مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور سے متاثر ہوا۔ مولانا اسعد اللہ صاحب اگرچہ میرے باضابطہ استاد نہ تھے مگر ان کی سیرت اور شفقت سے بہت متاثر ہوا۔ مولانا عبدالرحمن اور شیخ الحدیث محمد زکریا نور اللہ مرقدہما کی شخصیت نے بھی اس گناہ گار کو متاثر رکھا۔ اگرچہ یہ حضرات بھی میرے اساتذہ میں سے نہ تھے۔

۲۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

اساتذہ کرام میں سے مولانا سراج احمد رشیدی اور مولانا بدر عالم نور اللہ قبورہما سے کافی تاثر لیا۔ محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کی زیارت اور کبھی کبھی درس بخاری شریف میں شرکت نے بھی انمٹ نقوش اس گناہ گار کے قلب مضطر پر چھوڑے۔

۳۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا محمد ابراہیم۔ مولانا محمد اعزاز علی صاحب نور اللہ قبورہما کی علمی جلالت بلکہ عظمت نے کافی متاثر کیا۔

اسی دارالعلوم اور مرکز فیوض میں شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے جو

واوہ تحریر اور تقریر میں نہیں آسکتا۔ ان کی زیارت ان کی گفتار ان کا کردار بلکہ ان کی رفتار سے بھی گناہ گار اس
...متاثر ہے کہ آج تک ع

سوز بلبل کم نہ گردد گر رود گُل از چمن

یہ سب ان کی ذرہ نوازی کا اثر تھا اور اب بھی ہے کمزوروں، کم عقلوں بلکہ کام چوروں پر ان کی نظر کیمیا
...افریدی نے یوں بیان کیا ہے ؎

تیرا دل معبد وفا کا تجھ میں شانِ حیدری
رقص کرتی ہے تیری آنکھوں میں آنِ دلبری

سوال ۵، ۶، ۷ کا جواب :-

پورے قرآن عزیز کا ترجمہ کسی محقق باعمل عالم سے پڑھا جائے۔
حجۃ اللہ البالغہ، مکتوبات مجدد، مکتوبات شیخ الاسلام مدنی، خطبات مدارس سید سلیمان ندوی، تالیفات
...نا شمس الحق افغانیؒ، تقاریر مولانا ابوالحسن علی ندوی۔

۸۔ مدارس عربیہ کے نصاب میں ہرگز تبدیلی نہ کی جائے۔ اسی نصاب نے تو اکابر علمار حق شیخ الہند، حضرت
...، حضرت تھانوی۔ انور شاہ کاشمیری، شبیر احمد عثمانی۔ مولانا عبدالحق۔ مولانا شمس الحق۔ اور دوسرے تمام
...پیدا کیے اور راہ نما بنے۔ موجودہ نصاب کے مرتب وہ لوگ تھے جو نہ صرف علمار تھے بلکہ اپنے اپنے دور کے اہل اللہ
...سے تھے۔ البتہ اس نصاب کے ساتھ طلبا کو یہ تلقین کی جائے کہ

الف۔ علوم دینیہ اصحاب صفہ کی وراثت ہے جس کے سرکردہ راہ نما ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے
...ما یجد ثوبین

ب۔ دینی علوم محض رضا الٰہی کے لئے حاصل کئے جائیں ورنہ لم یجد رائحۃ الجنۃ کی تنبیہ بھی سنائی جائے
ج۔ تزکیہ باطن کے لئے ذکر، اذکار، تسبیح و تہلیل کا مختصر سا جامع نصاب شامل کر دیا جائے اور آخری بات
...سمجھا دی جائے کہ :-

علم را بر جان زنی یارے بود
علم را بر تن زنی مارے بود

واللہ الموفق

Star's

TREVIRA®

ANOTHER TWINKLING ADDITION IN THE GALAXY OF STAR FABRICS

AND IT'S ·SANFORIZED·

- BLENDED FABRICS
- CREASE RESISTANT
- WASH-N-WEAR
- MERCERISED

Ci Crescent Communications International

مولانا وحید الدین خان صاحب

سائنس کا خالق اسلام

تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ ابتدائی دور کے مسلمانوں نے سائنس کے شعبوں میں زبردست ترقی کی۔ حتیٰ کہ جس زمانہ میں یورپ کی قوموں نے سائنس کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا تھا۔ اس وقت مسلمان سائنس کی راہ میں شاندار ترقیاں کر چکے تھے۔ برٹرینڈ رسل نے اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے کہ ۶۰۰ء سے ۱۰۰۰ء تک کے دور کو ہم تاریک دور کہتے ہیں۔ یہ مغربی یورپ کو غیر واقعی اہمیت دینا ہے۔ اسی زمانہ میں چین میں تنگ کی حکومت تھی جو کہ چینی شاعری کا اہم ترین دور ہے۔ اسی زمانہ میں ہندوستان سے لے کر اسپین تک اسلام کی شاندار تہذیب چھائی ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں جو چیز مسیحیت کے لئے کھوئی ہوئی تھی وہ تہذیب کے لئے کھوئی ہوئی نہ تھی بلکہ اس کے برعکس تھی۔

قرون وسطیٰ میں مسلمانوں نے طب اور سائنس کے میدان میں جو کارنامے انجام دئے ہیں وہ تعجب خیز حد تک عظیم ہیں۔ الرزاری (۸۶۵ - ۹۳۲) اور ابن سینا (۹۸۰ - ۱۰۳۷) اپنے وقت کے سب سے بڑے ماہرین طب تھے جن کا کوئی ثانی اس وقت کی دنیا میں موجود نہ تھا۔ ابن سینا کی کتاب القانون فی الطب علم طب پر ایک بنیادی کتاب ہے وہ دنیا کے اکثر طبی اداروں میں بطور نصاب پڑھائی جاتی رہی ہے حتیٰ کہ فرانس میں وہ ۱۹۵۰ء تک داخل نصاب تھی۔

مسلمانوں کے یہ کارنامے عام طور پر مشہور اور معلوم ہیں ان پر بے شمار کتابیں ہر زبان میں لکھی گئی ہیں۔ تاہم اس سلسلہ میں ایک سوال ہے اور یہ سوال اس کی توجیہہ کے بارے میں ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۴ء) کے مقالہ نگار نے اس کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

طب عربی کی سب سے بڑی خدمت کیمسٹری اور دواؤں کے علم اور ان کی تیاری کے بارے میں تھی اکثر دوائیں جو آج استعمال ہوتی ہیں۔ ان کی اصل عرب ہی ہے اسی طرح تقطیر اور تصعید جیسے عمل بھی۔ اس زمانہ کی کیمسٹری اکثر و بیشتر پارس پتھر کی تلاش کا نام تھی جس کے متعلق یہ گمان کر لیا گیا تھا کہ وہ تمام دھاتوں کو سونے میں تبدیل کر سکتا ہے۔ اس زمانہ کے فلکیات داں محض نجومی ہوتے تھے اور کیمسٹری کے علماء صرف کیمیاگری کرتے تھے۔ اس لئے یہ تعجب خیز بات ہے کہ ان سب کے

باوجود مسلم عہد کے اطبار نے طب کی ترقی میں قیمتی اضافے کیے "۔

اسلام سائنس کا خالق | جدید سائنس خود اسلام کی پیدا کردہ ہے۔ اسلام بلاشبہ سائنس کے لئے نہیں آیا۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سائنسی انقلاب خود اسلامی انقلاب کی ضمنی پیداوار ہے۔ اسلام اور سائنس کے اس تعلق کو بریفاٹ نے ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے کہ ہماری سائنس پر عربوں کا قرضہ صرف یہ نہیں ہے کہ انہوں نے حیران کن نظریات دئیے سائنس اس سے زیادہ عربوں کی مقروض ہے یہ خود اپنے وجود کے لئے ان کی احسان مند ہے۔

یہ ایک علمی اور تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام سائنس کا خالق ہے۔ سائنس سادہ طور پر مطالعہ فطرت (STUDY OF NATURE) کا نام ہے۔ انسان جب سے زمین پر آباد ہے اسی وقت سے فطرت اس کے سامنے موجود ہے پھر کیا وجہ ہے کہ فطرت کے مطالعہ اور تسخیر میں انسان کو اتنی زیادہ دیر لگی۔ سائنس کی تمام ترقیاں پچھلے ہزار برس کے اندر ظہور میں آئی ہیں۔ جب کہ اصولاً انہیں لاکھوں سال پہلے ظاہر ہو جانا چاہیئے تھا۔ اس کی وجہ قدیم زمانہ میں شرک کا غلبہ ہے، شرک اس میں مانع تھا کہ آدمی فطرت کا مطالعہ کرے اور اس کی قوتوں دریافت کر کے انہیں اپنے کام میں لائے۔

شرک کیا ہے۔ شرک نام ہے فطرت کو پوجنے کا۔ قدیم زمانہ میں یہی شرک تمام اقوام کا مذہب تھا۔ غرض زمین سے آسمان تک جو چیز بھی انسان کو نظر آئی اس کو اس نے اپنا خدا فرض کر لیا اسی کا نام شرک ہے۔ اور یہ شرک اسلام سے پہلے تمام معلوم زمانوں میں دنیا کا غالب فکر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قدیم انسان کے لئے فطرت پرستش کا موضوع بنی ہوئی تھی۔ پھر عین اسی وقت وہ تحقیق کا موضوع کیسے بنتی۔ یہی اصل وجہ ہے جس کی بنا پر قدیم انسان اس طرف راغب نہ ہو سکا۔ کہ وہ فطرت کا مطالعہ کرے۔ تمام قدیم زمانوں میں انسان فطرت کو خدا سمجھ کر اس کے سامنے جھکتا رہا۔ فطرت کو مقدس نظر سے دیکھنا انسان کے لئے اس میں روگ بنا رہا کہ وہ فطرت کی تحقیق کرے اور اس کو اپنے تمدن کی تعمیر کے لئے استعمال کرے۔

آرنلڈ ٹائن بی نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ فطرت پرستی (شرک) کے اس دور کو سب سے پہلے جس نے ختم کیا وہ توحید ہے توحید کے عقیدے نے پہلی بار انسان کو یہ ذہن دیا کہ فطرت خالق نہیں بلکہ مخلوق ہے وہ پوجنے کی چیز نہیں بلکہ برتنے کی چیز ہے اس کے آگے جھکنا نہیں بلکہ اس کو تسخیر کرنا ہے۔ تاہم جب اس حقیقت کو دیکھا جائے کہ توحید کے نظریہ کو پہلی بار اسلام نے عملی طور پر رائج کیا۔ تو یہ انقلاب براہ راست اسلام کا کارنامہ قرار پاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا کے تمام پیغمبر توحید کا پیغام لے کر آئے۔ ہر دور میں خدا کے جن بندوں نے سچائی کی تبلیغ کی انہوں نے خالص توحید ہی کی تبلیغ کی۔ مگر اسلام سے پہلے کسی بھی دور میں ایسا نہیں ہوا کہ بڑی تعداد میں لوگ توحید کے نظریہ کو مان لیں اور توحید کی بنیاد پر انسانی معاشرہ میں وسیع انقلاب برپا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام سے پہلے انسان کبھی توحید کے حقیقی ثمرات سے آشنا نہ ہو سکا۔

جیساکہ عرض کیا گیا ۔ خدا کا ہر پیغمبر توحید کا پیغام لے کر آیا ۔ مگر پچھلے پیغمبروں کے ساتھ یہ صورت پیش آئی کہ ان کے پیروان کے لائے ہوئے دین کی حفاظت نہ کرسکے ۔ انہوں نے توحید میں آمیزش کردی ۔ مثال کے طور پر حضرت مسیح نے خالص توحید کا پیغام دیا ۔ مگر ان کے بعد ان کے پیروؤں نے خود حضرت مسیح کو خدا سمجھ لیا ۔ ان کا یہ مشرکانہ عقیدہ مختلف پہلوؤں سے سائنس کی ترقی کے لئے رکاوٹ بن گیا ۔ مثلاً کچھ علمائے فلکیات نے نظام شمسی کی تحقیق کی ۔ وہ اس حقیقت تک پہنچے کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے مگر عیسائی علما ایسے لوگوں کے مخالف ہو گئے ۔ اس کی وجہ ان کا مذکورہ مشرکانہ عقیدہ تھا ۔ انہوں نے زمین کو خداوند کریم کی جنم بھومی فرض کر رکھا تھا ۔ اس لئے ان کے لئے ناقابل فہم ہو گیا کہ جس زمین پر خدا پیدا ہوا ہو وہ زمین نظام شمسی کا مرکز نہ ہو بلکہ اس کی حیثیت محض ایک تابع کی قرار پائے ۔ اپنے مشرکانہ عقیدہ کو بچانے کے لئے انہوں نے سائنسی حقیقت کا انکار کر دیا ۔

دوسری بات یہ کہ پچھلے تمام پیغمبروں کا مشن صرف اعلان کی حد تک جا سکا وہ عملی انقلاب تک نہیں پہنچا ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پیغمبر اسلام اور آپ کے ساتھی انسانی تاریخ کے پہلے گروہ ہیں جنہوں نے توحید کو ایک زندہ عمل بنایا ۔ انہوں نے اولاً عرب میں شرک (مظاہر فطرت کی پرستش) کا مکمل خاتمہ کیا ۔ اور توحید کو عملی طور پر انسانی زندگی میں رائج کیا ۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھے اور قدیم زمانہ کی تقریباً تمام آباد دنیا میں شرک کو مغلوب کر دیا ۔ انہوں نے ایشیا اور افریقہ کے تمام بت خانوں کو کھنڈر بنا دیا اور توحید کو ایک عالمی انقلاب کی حیثیت دے دی ۔

اہل اسلام کے ذریعہ توحید کا جو عالمی انقلاب آیا ۔ اس کے بعد ہی یہ ممکن ہوا کہ توہم پرستی کا دور ختم ہو اب مظاہر فطرت کو پرستش کے مقام سے ہٹا دیا گیا ۔ ایک خدا انسان کا معبود قرار پایا ۔ اس کے علاوہ جو تمام چیزیں ہیں وہ سب صرف مخلوق بن کر رہ گئیں ۔

انسانی تاریخ میں اسلام کے ظہور سے جو عظیم تبدیلی آئی اس کا اعتراف ایک امریکی سائنٹسٹ [illegible] میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے ۔ کہ اسلام کے ظہور نے انسانی تاریخ کے رخ کو موڑ دیا ۔

مظاہر فطرت کو پرستش کے مقام سے ہٹانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ فوراً انسان کے لئے تحقیق اور تسخیر کا موضوع بن گئے ۔ مظاہر فطرت کی تحقیق و تسخیر کا آغاز مدینہ میں ہوا ۔ پھر دمشق اور بغداد اس کے مرکز بنے ۔ اس کے [illegible] یہ لہر سمندر پار کر کے اسپین اور سسلی میں داخل ہوئی وہاں سے وہ مزید آگے بڑھ کر اٹلی اور فرانس تک جا پہنچی ۔ یہ تاریخی عمل جاری رہا ۔ یہاں تک کہ وہ جدید سائنسی انقلاب تک پہنچ گیا ۔ مغرب کا سائنسی انقلاب اس اعتبار سے اسلامی انقلاب کا انتہائی نقطہ ہے ۔ وہ توحید کے انقلاب کا سکولر نتیجہ ہے ۔

اب سوال یہ ہے کہ جو اسلام سائنس کا بانی تھا اور جس کے ماننے والے اپنے ابتدائی دور میں ساری دنیا کے لئے سائنس کے معلم بنے اسی اسلام کو ماننے والے موجودہ زمانہ میں سائنس کی تعلیم میں دوسروں سے

پیچھے کیوں ہو گئے۔

اس کی سب سے بڑی وجہ سیاسی ہے۔ مسلمانوں نے ابتداءً جو سائنسی انقلاب برپا کیا تھا۔ وہ اسپین تک پہنچنے کے بعد مغربی قوموں کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس کے بعد سائنس کی ترقیاں زیادہ تر اہل مغرب کے ہاتھوں ہوئیں۔ اس زمانہ میں بھی اگرچہ دنیا کا بڑا حصہ سیاسی طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ مگر سائنس کی ترقی کا کام صلیبی جنگوں کے بعد مغربی یورپ کے ذریعہ انجام پاتا رہا۔

مسلمانوں نے اپنے ابتدائی دور میں سائنس کے میدان میں جو ترقیاں کی تھیں اس کا پہلا سب سے بڑا فائدہ ان کو دو سو سالہ صلیبی جنگوں (۱۲۷۰ء - ۱۰۹۵ء) میں ہوا۔ اس جنگ میں تقریباً سارا یورپ متحدہ طاقت سے مسلم دنیا پر حملہ آور ہوا تاکہ اپنے مقدس مقامات کو مسلمانوں کے قبضہ سے واپس لے مگر انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ ان مہموں میں کروڑوں جانیں اور بے پناہ دولت قربان کی گئی اور جب یہ سب ختم ہوا تو یروشلم بدستور "بے دینوں" کے قبضہ میں تھا۔

صلیبی جنگوں کا خاتمہ مسلمانوں کی کامل فتح اور مسیحی یورپ کی کامل شکست پر ہوا۔ مسلمانوں کی فتح ان کے لئے الٹی پڑی۔ اس کے برعکس عیسائیوں کو ان کی شکست کا زبردست فائدہ حاصل ہوا۔ مسلمان اپنی سیاسی فتح پر قانع ہو کر رہ گئے۔ کامیابی کے اس احساس نے ان کی عملی قوتوں کو ٹھنڈا کر دیا۔

اس کے برعکس مسیحی یورپ کو اپنی ناکامی کا یہ فائدہ ہوا کہ اس کے اندر یہ ذہن پیدا ہوا کہ اپنی کمزوریوں کو معلوم کر کے ان کی تلافی کرے۔ چنانچہ اس کے اندر ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے زور و شور کے ساتھ یہ تبلیغ کی کہ مسلمانوں کی زبان عربی سیکھو اور ان کی کتابوں کا اپنی زبان میں ترجمہ کرو۔ یہ رجحان یورپ میں تیزی سے پھیلا۔ مسلمانوں کی اکثر کتابیں عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کی گئیں جو اس وقت یورپ کی علمی زبان تھی۔ یہ عمل کئی سو سال تک جاری رہا۔ ایک طرف مسلمان اپنی سیاسی کامیابی میں مست تھے تو دوسری طرف یورپ علمی میدان میں مسلسل ترقی کر رہا تھا۔

یورپ کا یہ علمی سفر جاری رہا یہاں تک کہ ۱۸ ویں صدی آگئی جب کہ یورپ واضح طور پر مسلم دنیا سے آگے بڑھ گیا۔

مغربی یورپ نے سائنس کو جدید ٹیکنالوجی تک پہنچا دیا۔ اس نے دستکاری کی جگہ مشینی صنعت ایجاد کی اس نے دستی ہتھیاروں کی جگہ دور مار ہتھیار بنائے۔ وہ بری طاقت سے آگے بڑھا اور ابتداءً بحری طاقت اور اس کے بعد فضائی طاقت پر قابو پا لیا۔ اس طرح مغرب بالآخر ایسی طاقت بن گیا جس کا مقابلہ مسلمان اپنے موجودہ سازوسامان کے ساتھ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ مغرب جدید قوتوں سے مسلح ہو کر دوبارہ جب مسلم دنیا کی طرف بڑھا تو مسلمان قومیں ان کو روکنے میں ناکام رہیں۔ مغربی قوموں نے مختصر عرصہ میں تقریباً پوری مسلم دنیا پر براہ راست یا بالواسطہ

کنٹرول حاصل کرلیا۔

صلیبی جنگوں کے بعد مسلمان اپنی سیاسی فتح کے جوش میں سائنس سے دور ہوگئے۔ موجودہ زمانہ میں یہی بات ایک اور شکل میں پیش آئی۔ مغربی قوموں کے مقابلہ میں سیاسی شکست نے موجودہ مسلمانوں کے اندر منفی ردعمل پیدا کیا مغربی قوموں نے ان سے ان کا فخر چھینا تھا۔ چنانچہ وہ مغربی قوموں سے سخت متنفر ہوگئے۔ اپنی ردعمل کی نفسیات کی وجہ سے انہوں نے نہ صرف مغربی قوموں کو برا سمجھا بلکہ مغربی قوموں کی زبان اور مغربی قوموں کے ذریعے آنے والے علوم کو بھی وہ نفرت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

ایک صدی کی پوری مدت اسی حال میں گزر گئی۔ مسلمان مغربی قوموں سے نفرت کرتے رہے۔ یا ان سے ایسی لڑائیاں لڑتے رہے جو مسلمانوں کی کمزبیاری کی وجہ سے صرف شکست پر ختم ہونے والی تھی۔ دوسری طرف دنیا کی دوسری قومیں مغربی زبان اور مغربی علوم سیکھ کر تیزی سے آگے بڑھتی رہیں۔ یہاں تک کہ دونوں کے درمیان وہ بعید فاصلہ پیدا ہوگیا جس کی ایک مثال ہم کو ہندوستان میں نظر آتی ہے۔

مسٹر کلدیپ نیر نے لکھا ہے کہ ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمان تعلیم میں دو سو سال پیچھے ہیں۔ اگر اسے گھٹایا جائے تب بھی یہ فاصلہ ایک سو سال کے بقدر مانا ہوگا۔

مغربی قومیں جن علوم کو لے کر آگے بڑھیں وہ سادہ معنوں میں محض علوم نہ تھے بلکہ وہ دور جدید میں ہر قسم کی ترقی کی بنیاد تھے۔ چنانچہ جن قوموں نے ان علوم کو سیکھا وہ دنیوی اعتبار سے دوسروں سے آگے بڑھ گئیں۔ مغربی قومیں اور ان کے مقلدین تہذیب و تمدن میں مسلمانوں سے بدرجہا زیادہ فائق ہوگئے۔ یہی وقت تھا جب مسلمانوں میں سرسید (۱۸۹۸ء - ۱۸۱۷ء) اور اس قسم کے دوسرے مصلحین پیدا ہوئے۔ مگر یہاں پہنچ کر مسلم مصلحین سے تیسری غلطی ہوئی۔ وہ مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک سے مرعوب ہوگئے۔ وہ مغربی تہذیب کی جڑوں کو زیادہ گہرائی کے ساتھ نہ دیکھ سکے۔ وہ مغرب کی طرف بڑھے۔ مگر ان کا بڑھنا مغرب کی تہذیب سے مرعوبیت کی بنا پر تھا نہ کہ مغرب کی قوت کے اصل سرچشمہ (سائنس) کو سمجھ کر اس کو اختیار کرنے کے لئے تھا۔ چنانچہ اس قسم کے مصلحین کی ساری توجہ مغرب کی زبان، مغرب کے لٹریچر، مغرب کے تمدنی مظاہر پر رہی۔ یہ مغرب سے قریب ہونے والے بھی مغرب کی سائنس سے اسی طرح محروم رہے جس طرح مغرب سے دور رہنے والے اس کی سائنس سے محروم تھے۔

سرسید نے انگلستان کا سفر کیا تو وہاں کی خاص چیز جو وہ اپنے ساتھ لائے وہ ایک صوفہ سیٹ تھا۔ اس کے بجائے اگر وہ سائنس کی کتابیں یا کوئی مشین اپنے ساتھ لاتے تو یقیناً وہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے زیادہ بہتر تحفہ ہوتا۔ آخر وقت میں جب مسلمان مغربی تعلیم کی طرف مائل ہوئے اس وقت بھی ان کے ذہن میں ساری اہمیت مغربی تہذیب کی تھی مغربی سائنس سے وہ بدستور دور پڑے رہے۔

سائنسی شعور سائنس کے میدان میں مسلمانوں کے پچھڑے پن کی وجہ اگر مختصر طور پہ بتانی ہو تو وہ صرف ایک ہوگی مسلمانوں میں سائنسی شعور نہ ہونا۔

ہندوستان کا زمین دار طبقہ جدید تجارت میں پیچھے کیوں رہ گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر تجارتی شعور نہ تھا۔ یہی واقعہ سائنس کے سلسلہ میں مسلمانوں کو پیش آیا۔ ایک یا ایک سے زیادہ اسباب کی بنا پر مسلمانوں کے اندر جدید دور میں سائنسی شعور پیدا نہ ہو سکا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سائنس کی تعلیم کی طرف توجہ نہ دی اگر توجہ دی بھی تو ادھوری شکل میں

اس کی ایک واضح مثال وہ فرق ہے جو مسلمانوں کے درمیان دینی تعلیم اور سائنسی تعلیم کے بارے میں پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے اندر دینی تعلیم کی اہمیت کا شعور موجود تھا۔ اس لئے انہوں نے پورا اہتمام کیا۔ اس کے برعکس موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں سائنسی تعلیم کا شعور موجود نہ تھا۔ اس لئے وہ اس کا اہتمام نہ کر سکے جس کے بغیر کسی قوم میں سائنسی تعلیم نہیں آ سکتی

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم رہنماؤں کو جب جدید علوم کی طرف توجہ ہوئی تو انہوں نے کالج اور یونیورسٹیاں تو بنائیں مگر انہوں نے جدید علوم کی ابتدائی تعلیم کا نظام قائم نہیں کیا جو کالجوں اور یونیورسٹیوں کو خوراک فراہم کرتے ہیں جب کہ انہیں مسلمانوں میں دینی مدارس کی مثال اس سے بالکل مختلف نمونہ پیش کرتی ہے۔

مسلمانوں نے موجودہ زمانہ میں بڑے بڑے دینی مدارس قائم کئے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کہ صرف بڑے بڑے مدرسے قائم کر کے بیٹھ جائیں اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کیا کہ پورے ملک میں ابتدائی سطح پر دینی تعلیم کا نظام پھیلا دیا آپ جس گاؤں یا جس قصبہ میں جائیں آپ کو وہاں ابتدائی تعلیم کا مکتب ایک یا ایک سے زیادہ کام کرتا ہوا ملے گا۔ یہی ابتدائی مکاتب دراصل وہ ادارے ہیں جو بڑے بڑے دینی مدرسوں کو غذا فراہم کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتدائی مکاتب نہ ہوں تو بڑے بڑے دینی مدرسے سونے نظر آئیں۔

یہی بات جدید سائنس کی تعلیم کے سلسلہ میں بھی ملحوظ رکھنے کی تھی مسلم رہنماؤں کو یہ سمجھنا چاہئے تھا کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کو خوراک پہنچانے والے ابتدائی سکول نہ ہوں تو کالجوں اور یونیورسٹیوں کو طلبہ کہاں سے ملیں گے۔

ہندوستان میں مثال کے طور پر ہندو اور عیسائی بہت بڑے پیمانے پر ابتدائی تعلیم کا نظام قائم کر رہے تھے۔ مگر مسلم رہنماؤں نے اس مثال سے کوئی سبق نہیں لیا۔ انہوں نے کالج اور یونیورسٹیاں بنانے کے لئے زبردست کوشش کی مگر ابتدائی سکول قائم کرنے کی طرف اتنا کم دھیان دیا کہ وہ نہیں کے برابر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہم یہ منظر دیکھتے کہ مسلم کالج اور اسلامی یونیورسٹی تو ہمارے پاس موجود ہیں مگر ان کے اندر مسلم طلبہ موجود نہیں۔ کیونکہ ان بڑے اداروں کو غذا پہنچانے والے چھوٹے ادارے نہیں۔ مسلمانوں نے اپنے بچوں کو مذہبی جذبے کے تحت ہندو اور عیسائی یا گورنمنٹ کے ابتدائی سکولوں میں بھیجنا پسند نہیں کیا اور خود ان کے ابتدائی سکول موجود نہ تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کے بچوں کی ابتدائی تعلیم اس انداز پر نہ ہو سکی کہ وہ آگے بڑھ کر سائنس کے شعبوں

میں داخلہ لے سکیں۔ مسلم رہنماؤں کی اس غفلت کی وجہ جو بھی ہو۔ مگر یہ ایک واقعہ ہے کہ عملی طور پر یہ ایک بڑا سبب ہے جس نے مسلم قوم کو سائنسی تعلیم میں پیچھے کر دیا۔

بنیادی غفلت سائنس کی تعلیم میں مسلمانوں کے پیچھے ہونے کا سبب ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ یہ ہوگا کہ مسلمان انگریز اور انگریزی میں فرق نہ کر سکے۔ انہوں نے استعماری قوموں کو اور استعماری قوموں کے ذریعہ آنے والے علوم کو ایک سمجھا۔ اول الذکر سے سیاسی اسباب کے تحت انہیں نفرت پیدا ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ثانی الذکر سے بھی نفرت کرنے لگے۔ اگر وہ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر سکتے تو یقینی طور پر موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی تعلیمی تاریخ دوسری ہوتی۔

ہر قوم کے کچھ اپنے قومی علوم ہوتے ہیں۔ ان قومی علوم سے دوسری قوموں کو دلچسپی نہ ہونا ایک فطری بات ہے۔ مزید یہ کہ دوسری قومیں اگر ان قومی علوم سے دلچسپی نہ لیں تو اس سے انہیں کوئی حقیقی نقصان نہیں ہوتا۔

مگر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک قوم ایک علم کو لے کر اٹھتی ہے لیکن حقیقۃً وہ اس کا قومی علم نہیں بلکہ اس کی حیثیت ایک آفاقی علم کی ہوتی ہے۔ یہ علم اپنی حقیقت کے اعتبار سے تمام قوموں کے لئے ہوتا ہے نہ کہ کسی ایک قوم کے لئے۔ وہ انسانیت کے لئے ایک مشترک سرمایہ ہوتا ہے نہ کہ کسی قوم کا انفرادی ورثہ۔

قدیم صلیبی جنگوں کے بعد یہی صورت حال مغربی قوموں کے ساتھ پیش آئی تھی۔ اس وقت مسلمان سائنسی علوم کے حامل تھے۔ اور اسی بنا پر وہ مغربی قوموں کو شکست دینے میں کامیاب ہوئے۔ اس وقت مغرب کی حیثیت مفتوح کی تھی اور مسلمانوں کی حیثیت فاتح کی۔ اگرچہ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ مفتوح کے دل میں فاتح کے لئے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ فاتح کی ہر چیز کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مگر مغربی قوموں نے یہ نادانی نہیں کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو اور مسلمانوں کے علوم کو ایک دوسرے سے الگ کر کے دیکھا۔ انہوں نے مسلمانوں سے نفرت کی۔ مگر مسلمانوں کے علوم کو انہوں نے آگے بڑھ کر لیا۔ نیز اپنی کوششوں سے اس میں اتنے اضافے کئے کہ بعد کی صدیوں میں وہ ان علوم کے امام بن گئے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا کہ وہ دوبارہ تاریخ کو اپنے حق بدلنے میں کامیاب ہو گئے۔

یہی صورت موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے ساتھ پیش آئی۔ مغربی قومیں ان کے لئے فاتح کی حیثیت رکھتی تھیں۔ اس لئے مغربی قوموں سے بیزاری ان کے لئے ایک فطری بات تھی۔ مگر یہاں مسلمان اس ہوشمندی کا ثبوت نہ دے سکے کہ وہ مغرب اور مغربی علوم کو ایک دوسرے سے الگ کر کے دیکھیں۔ مغربی قومیں جن علوم کو لے کر آگے بڑھی تھیں وہ ان کے قومی علوم نہ تھے بلکہ وہ کائناتی علوم تھے۔ ان کی حیثیت قوت و طاقت کی تھی۔ دور جدید کے مسلم رہنما اگر اس راز کو بروقت جان لیتے تو وہ مغربی علوم کو مغرب سے الگ کر کے دیکھتے۔ مغربی علوم کو وہ اپنے لئے طاقت سمجھ کر حاصل کرتے۔ وہ ان کو خود اپنی چیز سمجھتے نہ کہ غیر کی۔ مگر یہاں دور جدید کے مسلم رہنما اس دانشمندی کا ثبوت نہ دے

(باقی صفحہ ۵۹ پر)

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
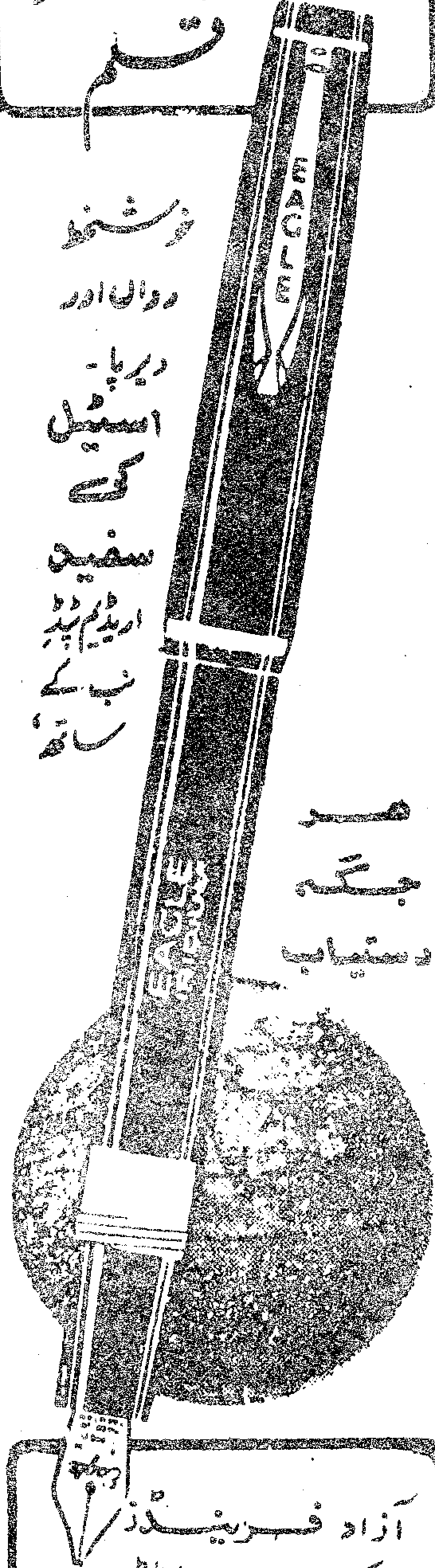
دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے موزوں۔ حسین کے پارچہ جات شہر کی ہر بڑی دکان پر دستیاب ہیں۔
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی

پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سہراب

مولانا شمس تبریز خان

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

کا

نظریۂ تعلیم

اسلام میں دین اور دنیا کی کوئی تفریق نہیں۔ نہ اس میں ترک دنیا اور رہبانیت کی گنجائش ہے۔ حدیث کے بموجب دنیا آخرت کی کھیتی اور میدانِ عمل ہے۔ نیک نیتی و احتساب کے ذریعے دنیا کا ہر عمل آخرت کا عمل بن جاتا ہے۔ اسلام کی جامع ہمہ گیر تعلیمات بھی انسان کی پوری انفرادی و اجتماعی زندگی۔ اقتصادیات و سیاسیات، اخلاق و روحانیت اور تمدن و ثقافت کا احاطہ کرتی ہیں۔ اور ایک معقول و مدلل نظریۂ حیات کے ساتھ ایک مکمل و مستقل تہذیب اور نظام حیات بھی پیش کرتی ہیں جس کے نتیجے میں صحابہ کرامؓ کی مختصر مگر منتخب جماعت نے اپنے وقت کی دو بڑی عالمی طاقتوں (روم اور ایران) کو فکری و عملی دونوں محاذوں پہ شکست فاش دی۔ اور ان کے آمرانہ اور جابرانہ نظام سے انسانوں کو آزاد کر دیا اس کے ساتھ ہی دنیا کے ایک بڑے حصے میں اسلام کے آزادانہ نظام کے تحت ایک خدا ترس و باضمیر روشن دماغ اور عالی ظرف انسان دوست اور انسانیت نواز جمہوری و فلاحی تہذیب و معاشرت قائم کی۔

اسلام فکر و فلسفہ سے زیادہ ایک صالح تہذیب و ثقافت اور صحت مند نظام حکومت اور طرزِ حیات ہے اس لئے عہدِ نبویؐ ہی سے مسلمانوں کا نصاب تعلیم ان کا نظامِ زندگی بھی رہا ہے۔ اس وجہ سے مسجد نبویؐ تمام علمی و عملی سرگرمیوں کا ایسا مرکز ہے جہاں سیاست و روحانیت مدرسہ و خانقاہ، اخلاقی تربیت اور فوجی تیاری ایک ساتھ نظر آتی ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراحل زندگی میں صفّہ کی درسگاہ بھی ہے اور شعب ابی طالب کی اسارت گاہ بھی غارِ حرا کی خلوت بھی اور کوہِ صفا کی جلوت۔ مکّے سے ہجرت و دعوت بھی ہے اور جزیرۃ العرب کی خلافت و حکومت بھی مسجد نبویؐ کی خانقاہ و تربیت گاہ بھی ہے اور بدر و احد کی رزمگاہ بھی۔

غرض یہاں فکر و نظر، عقل و وجدان۔ علم و عمل۔ اخلاق اور روحانیت اور دین و دنیا کا ایسا معتدل و متوازن، خوشگوار اور دل کشا اجتماع نظر آتا ہے جو سیرت نبویؐ ہی کا حصہ ہے۔

مسلمانوں کے نظام علم وعمل میں جب تک ربط وتوازن باقی رہا اس وقت تک وہ عروج وترقی کی منزلیں طے کرتے رہے۔ اور جب کتاب وسنت کی حیات آفریں تعلیمات سے ان کا رشتہ کمزور ہوگیا تو ان کا زوال وانحطاط بھی شروع ہوگیا

اسباب زوال امت میں سے ایک بڑا سبب دین ودنیا کی تفریق اور ترک دنیا ورہبانیت کے اثرات بھی ہیں جو دنیا بیزار مسیحیت اور ایران وعجم سے ہماری صفوں میں داخل ہوگئی جس کے نتیجے میں وہ اعتدال وتوازن ختم ہو گیا جو ایک صالح وصحت مند اور عالمگیر معاشرے کے لئے ضروری ہے۔ اس عدم توازن کے سبب یورپ کی طرح مسلم معاشرے میں بھی ایک طویل عرصے تک دین وحکومت کی علیحدگی سے خطرناک نتائج سامنے آتے رہے اور اس علیحدگی کے سبب دونوں قوتیں کمزور پڑتی گئیں۔ اور ان مثبت ومنفی لہروں کی جدائی سے اسلام کی برقی رو اور قوت وحرارت ختم ہوگئی۔ اور امت علماء، مشائخ اور سلاطین کے تین حصوں اور متعدد فرقوں میں بٹ گئی۔

ماضی قریب تک عالم اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کے نظام تعلیم کی وحدانیت وجامعیت کے سبب (جس میں ایک عالمگیر اور ترقی پذیر معاشرے کی جملہ ضروریات کا لحاظ رکھا جاتا تھا) اسلامی مدارس سے ہمہ گیر صلاحیتوں کے افراد تیار ہوکر نکلتے تھے۔ اور ان کی شخصیت پر اسلامی جامعیت وانفرادیت کی چھاپ لگی ہوتی ہے۔ انہی مدرسوں سے علماء ربانی بھی نکلتے تھے اور رعایا پرور عدل گستر حکام وسلاطین بھی۔ صوفیہ باصفا بھی اور مختلف شعبوں کے ماہرین بھی، اہل قلم بھی اور صاحب طبل وعلم بھی۔ غرض آدم گری اور مردم سازی کے ان کارخانوں سے ہر شعبہ زندگی کو سنبھالنے والے باصلاحیت افراد معاشرے کو بکثرت فراہم ہوتے تھے۔

مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں غیر مسلموں کو جہاں اپنی تہذیب وتمدن سے متاثر کیا وہیں انہیں اپنے عظیم علمی وثقافتی کارناموں سے مسحور بھی کر دیا۔ وہ تقریباً ایک ہزار سال تک ایک عالمگیر تحریک کے قائد وعلمبردار رہے اور انسانی علوم وفنون کی ہر شاخ میں انہوں نے اپنی عبقریت وذہانت کے نئے نئے غنچہ وگل کھلائے۔ انہوں نے یونان وایشیا کے ثقافتی سرمائے کو عربی اور اسلامی زبانوں میں منتقل کیا۔ اور اس پر مفید وگراں قدر اضافوں کے بعد اسے عرب وافریقہ، سسلی اور اسپین کی جامعات کے ذریعہ یورپ تک پہنچا دیا۔

یورپی نشاۃ ثانیہ کی اہم شخصیت راجر بیکن (م ۱۲۹۴ء) جس نے سائنس کو تجربی طریقہ دیا۔ وہ جامعہ قرطبہ کا طالب علم تھا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کی خانہ جنگی اور روح جہاد واجتہاد کے فقدان کے سبب ان کے ہاتھوں سے سیاسی قیادت کے ساتھ علمی وثقافتی امامت وسیاست بھی نکل گئی۔ اور یورپ نے ان علوم کو مادی دنیاوی اور سائنس کو غیر انسانی اور غیر اخلاقی رنگ دے دیا ہے۔ اور مسلمانوں سے حاصل ہوتے علوم وفنون کو خود ان کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔ صلیبی جنگوں، ترکوں کی فتوحات، قومی اور مذہبی اختلافات اور اپنے توسیع پسندانہ رجحانات کے سبب مغربی طاقتوں نے مسلمانوں کو سسلی اور اسپین سے بے دخل کرنے کے بعد تقریباً سارے عالم کو اپنے ہمہ گیر استحصال کا نشانہ بنانا

شروع کیا جس کی بدترین مثال ۱۸۵۷ء میں برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے خلاف ان کا جوش انتقام تھا جس کے سبب برصغیر کے مسلمان ایک طویل عرصہ تک اپنا سیاسی و ثقافتی وجود کھو بیٹھے۔ ان کا دینی و ملی مستقبل خطرے میں پڑ گیا اور ان پر عرصہ حیات تنگ ہوگیا۔ اس بربریت و بہیمیت کی غم انگیز داستان غالب کے خطوط، شعراء کے شہر آشوب اور پاک و ہند کی تاریخوں میں پڑھی جاسکتی ہیں۔ اس ابتلاء کا سب سے دردناک پہلو یہ تھا کہ فاتح برطانوی حکومت کے جذبہ انتقام کا رخ زیادہ تر مسلمانوں کی طرف تھا۔ اور وہ انہیں مذہب و ثقافت سے الگ کرکے اپنے رنگ میں جذب کرلینا چاہتی تھی اس مقصد کے حصول کے لئے ایک طرف سینکڑوں مدارس بند کئے گئے اور ان کی جگہ مشن اسکول کھولے گئے اور پورے برصغیر میں سرکاری سرپرستی میں جارحانہ طور پر عیسائیت کی تبلیغ ہونے لگی۔

اس شکست خوردگی کے ماحول میں جب اس ملک میں اسلام اور مسلمان اپنے زوال و انحطاط کے آخری نقطے پر پہنچ گئے۔ اور دور دور تک ان کا مستقبل تاریک نظر آرہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چند نفوس قدسیہ کو بروقت خبردار کیا اور وہ شاملی کے میدانِ جہاد سے چل کر دیوبند کے میدان جہاد میں آگئے۔ اور اپنی ایمانی فراست و بصیرت سے "دارالعلوم دیوبند" کی صورت میں ایک ایسے اسلامی مرکز کی تعمیر میں لگ گئے جس کے پروگرام میں اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی بقاء و ترقی کی پوری ضمانت موجود تھی۔

دارالعلوم دیوبند اسلامیت کا ایک ناقابل تسخیر قلعہ، مسلمانوں کا سرچشمہ طاقت اور وہ مرکز توانائی بن کر ابھر رہا تھا۔ اس کے ساتھ برصغیر کے مسلمانوں کی تقدیر۔ ان کی نئی شیرازہ بندی اور نشاۃ ثانیہ وابستہ تھی۔ اس کے مخلص بانیوں کے افکار و اعمال، ان کے بلند عزائم اور ہمہ گیر دینی و سیاسی، ثقافتی و معاشرتی مقاصد کو سامنے رکھیں تو یہ تاریخی حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ دیوبند میں قائم ہونے والا یہ مدرسہ عربی دراصل احیاء دین و ملت کی ایک جامع اور ہمہ گیر تحریک تھی جس کا رشتہ حضرت سید احمد شہید و مولانا اسمٰعیل شہید اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحریک سے جاملتا ہے۔

۱۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (م ۱۳۱۷ھ) نے مکہ معظمہ میں قیام دارالعلوم کی خبر مسرت سن کر فرمایا۔
"خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقات سحر میں سربسجود ہو کر گڑگڑاتی رہیں کہ اے خداوند ہندوستان میں بقائے اسلام اور تحفظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر۔ یہ مدرسہ انہی کی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے"۔

۲۔ خود حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ) نے اصول ہشت گانہ کے ساتھ یہ تاکید بھی کی کہ۔
" اس دارالعلوم کا تعلق عام مسلمانوں سے زائد سے زائد ہو تاکہ یہ تعلق خود بخود مسلمانوں میں ایک نظم پیدا کرے جو ان کو اسلام اور مسلمانوں کی اصل شکل پر قائم رکھنے پر معین ہو"۔

۳۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۹ھ) دارالعلوم کے جامع اور ہمہ گیر

نصب العین کے بارے میں فرماتے ہیں :-

"حضرت الاستاذ (حضرت نانوتوی) نے اس مدرسہ کو درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کے لئے قائم کیا تھا ؛ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا جہاں تک میں جانتا ہوں ، ۱۸۵۷ء کے جہاد کی ناکامی کے بعد یہ ادارہ قائم کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیر اثر مسلمانوں کو تیار کیا جائے تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے "

۴ - حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مرحوم فرماتے ہیں :-

" وقت کے یہ اولیاء اللہ ایک جگہ جمع ہوئے اور اس بارے میں اپنی اپنی قلبی واردات کا تذکرہ کیا - جو اس پر مجتمع تھیں کہ اس وقت بقائے دین کی صورت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دینی تعلیم کے ذریعے مسلمانانِ ہند کی حفاظت کی جائے اور تعلیم و تربیت کے ذریعے سے ان کے دل و دماغ کی تعمیر کر کے ان کی بقا کا سامان کیا جائے - جس میں علوم نبوت پڑھائے جائیں اور ان ہی کے مطابق مسلمانوں کی دینی ، معاشرتی اور تمدنی زندگی اسلامی ڈھانچوں میں ڈھالی جائے جس سے ایک طرف تو مسلمانوں کی داخلی اور دوسری طرف خارجی مدافعت ۔ نیز مسلمانوں میں صحیح اسلامی تعلیمات بھی پھیلیں اور ایمانداری سیاسی شعور بھی پیدا ہو "

جہاں تک مسلمانوں کے علوم دینیہ اور علوم اسلامیہ عصریہ کے جامع وحدانی نظام تعلیم کا سوال ہے وہ اب ان کے لئے ایک چیلنج بن گیا ہے ۔

دینی و دنیوی نظام تعلیم کی علیحدگی سے سارا عالم اسلام علماء اور تعلیم یافتہ طبقوں کے درمیان بٹ گیا ہے اور قدیم و جدید مشرقیت و مغربیت کی کشمکش نے مسلمانوں کو بری طرح متاثر کیا ۔ اور ان کے سیاسی و ثقافتی زوال و انحطاط کی راہ ہموار کی ۔ انہیں بڑی طاقتوں کا دست نگر بنایا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلامی نشاۃ ثانیہ اور صالح انقلاب کے لئے دشواریاں پیدا کر دی ہیں - اس لئے ضرورت ہے کہ مسلم ماہرینِ تعلیم اور مفکرینِ اسلامی نظامِ تعلیم کی وحدت و جامعیت کو بحال کرنے کی طرف فوری توجہ فرمائیں اور ایک خود کفیل اور ہمہ گیر اسلامی نصاب تیار کریں جو طلبہ میں صحیح اسلامی شعور ، ذوقِ عمل اور اسلام کو ہر محاذ پر سربلند کرنے کا ناقابلِ تسخیر عزم و جذبہ پیدا کرے ۔

دارالعلوم کے قیام تک حضرت نانوتویؒ کے ذہن میں یہ مسئلہ بہت صاف تھا اور وہ دینی علوم کا علوم جدیدہ سے ربط چاہتے تھے ۔ اس لئے انہوں نے دارالعلوم کا چھ سالہ مختصر نصاب بنایا تھا اور اس میں فلسفہ کی صرف ایک کتاب رکھی تھی ۔ وہ دینیات سے فراغت کے بعد علومِ جدید کی تحصیل کے قائل تھے ۔ چنانچہ حضرت نانوتوی نے فرمایا تھا ۔

" در باب تحصیل یہ طریقۂ خاص تجویز کیا گیا اور علومِ جدیدہ کو کیوں شامل نہ کیا گیا ؟ منجملہ دیگر اسباب

بڑا سبب اس بات کا تو یہ ہے کہ تربیت عام ہو یا خاص اس پہلو کا لحاظ چاہیے جس طرف سے ہو ان کے کمال میں رخنہ پڑتا ہو سو اہل عقل پر روشن ہے کہ آج کل تعلیم علوم جدیدہ بوجہ کثرت مدارس سرکاری اس ترقی پر ہے کہ علوم قدیمہ کو سلاطین زمانہ سابق میں بھی یہ ترقی ہوئی ہوگی۔ ہاں علوم نقلیہ کا یہ تنزل ہے کہ ایسا تنزل کبھی کسی کارخانہ میں نہ ہوا ہوگا۔ ایسے وقت میں رعایا کو مدارس علوم جدیدہ کا بنانا تحصیل حاصل نظر آتا ہے۔ اور صرف بجانب علوم نقلی اور نیز ان کی طرف جن سے استعداد علوم مروجہ اور استعداد علوم جدیدہ یقیناً حاصل ہوتی ہے، ضروری سمجھا گیا۔ دوسرے یہ کہ زمانہ واحد میں علوم کثیرہ کی تحصیل سب علوم کے حق میں باعث نقصان استعداد ثابت ہوتی ہے، اس کے (یعنی دارالعلوم سے فراغت کے بعد) طلبائے مدرسہ ہذا مدارس سرکاری میں جا کر علوم جدیدہ کو حاصل کریں تو ان کے کمال میں یہ بات زیادہ مؤید ہوگی"۔

****

بقیہ سائنس کا خالق اسلام۔ از صفحہ ۵۳

سکے۔ انہوں نے بیک وقت مغرب سے بھی نفرت کی اور مغربی علوم سے بھی۔ یہی وہ غلطی ہے جس نے دور جدید میں مسلمانوں کو سائنس میں پیچھے کر دیا۔ مسلم رہنماؤں نے ایک لمحہ کی غلطی کی مگر اس کا نتیجہ مسلم قوم کو صدیوں کی شکل میں بھگتنا پڑا۔

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت شعور کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ مسلمانوں نے جب صلیبی جنگوں میں مغربی اقوام پر فتح حاصل کی تو وہ فتح کے جوش میں مبتلا ہو گئے۔ اس جوش نے انہیں سائنس کی تحقیق سے غافل کر دیا اس کے بعد موجودہ زمانہ میں یہی واقعہ ایک اور شکل میں پیش آیا۔ مسلمان مغربی قوموں کے مقابلہ میں مفتوح ہوئے تو ان کے اندر مغربی اقوام کے خلاف نفرت جاگ اٹھی۔ وہ نفرت کی نفسیات میں مبتلا ہو کر مغربی سائنس کی طرف سے بے رغبت ہو گئے۔ مسلمان اپنی بے شعوری کے نتیجہ میں فاتح کی حیثیت سے بھی نقصان میں رہے اور مفتوح کی حیثیت سے بھی۔ ✿

تعارف و تبصرہ کتب

آثار الحدیث | مؤلفہ علامہ خالد محمود صاحب۔ جلد اول ۴۱۶ صفحات۔ کاغذ اعلیٰ مجلد جلد دوم ۴۱۶ صفحات کاغذ اعلیٰ مجلد قیمت رعایتی مکمل سیٹ ۱۳۰ روپے۔ ناشر، دار المعارف، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

اس دور الحاد میں ہر طرف سے دین پہ حملے رہے ہیں۔ ملحدین کے اپنے اپنے نظریات ہیں لیکن حدیث سے اعتماد اٹھانے میں سب متحد ہیں۔ قادیانی ہوں یا اشتراکی۔ رافضی ہوں یا خارجی ہر ایک علماء کرام اور علم حدیث کے خلاف کمربستہ ہے آگے آگے منکرین حدیث کی ایک جماعت ہے جو سرے سے حدیث کو حجت نہیں مانتے ان کے اپنے جرائد ہیں ان کی اپنی مجالس درس ہیں اور ان کی اپنی تاریخ ہے جو ملحد فرقے علماء کے آگے بے بس ہیں وہ ان منکرین حدیث کے سایہ میں پناہ لیتے ہیں۔

ضرورت تھی کہ انکار حدیث سے متعلق تمام نزاعات ایک کتابی شکل میں آجائیں اگرچہ اس موضوع پر چھوٹے بڑے رسائل علماء نے بہت لکھے ہیں۔ لیکن یہ مباحث یک جا آجائیں اس کی بھی ضرورت تھی۔ پھر رسائل کا لائبریریوں اور کتب خانوں میں سنبھلنا اور محفوظ رہنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

آثار الحدیث دو جلدوں میں انکار حدیث سے متعلق ہر موضوع کو شامل ہے۔ اہلحدیث اور منکرین حدیث کا تقابل بڑے دلآویز انداز میں دیا گیا ہے کئی ایسے مباحث ہیں جو اب تک اس شکل میں سامنے نہیں آئے جیسے اخبار الحدیث، قرآن الحدیث، اسلوب حدیث اور آداب الحدیث وغیرہ۔

آثار الحدیث کی ان دو جلدوں میں تیس عنوان علیحدہ علیحدہ رسائل کی شکل میں یک جا ہیں۔ مصنف کے فاضلانہ قلم نے کسی موضوع کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ ضرورت ہے کہ یہ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور مدارس عربی کی ہر لائبریری میں موجود ہو۔

دورہ حدیث کے طلبہ اگر اسے اپنے خارجی مطالعہ میں ساتھ ساتھ رکھیں تو وہ دورہ حدیث میں نہایت لطیف امداد محسوس کریں گے۔ اور عہد جدید کے دین پر جتنے بھی حملے ہیں سب کی جڑ بیخ و بن کٹتی جائے گی۔ وفاق المدارس اگر اسے امتحان میں بھی شامل کرے تو طلبہ کی زبردست علمی نصرت ہو گی۔

کتاب کا اسلوب بیان نہایت شستہ، ادبی، عام فہم اور آسان ہے۔ امید ہے اس لحاظ سے یہ کتاب ایک عہد آفرین کتاب ثابت ہو گی۔ ملنے کا پتہ اوپر مذکور ہے۔ دفتر جمعیت علماء اسلام رنگ محل لاہور بھی آپ اس کے لئے لکھ سکتے ہیں ٭

برکات درود شریف | ترتیب و تالیف ۔ مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری۔ صفحات ۱۲۸ قیمت درج نہیں۔

ناشر۔ مکتبہ قادریہ، واہگہ۔ لاہور

درود شریف، اس کی فضیلت و اہمیت، برکات و ثمرات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت میں اس کی اثر انگیزی "برکات درود شریف" کا موضوع ہے۔ طرز تحریر سلیس، سہل، دلچسپ اور عام فہم ہے۔ مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری کی جملہ تصانیف کی یہی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

پیش نظر کتابچہ تو گویا عشق و محبت کا ایک حسین گلدستہ ہے خدا کرے کہ لوگ اس سے زیادہ سے زیادہ نفع اٹھا سکیں۔ باری تعالیٰ مؤلف کی مساعی کو قبول فرمائے اور ان کی قلم میں مزید برکت دے۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کر سکیں۔

فضائل اہل بیت | ترتیب۔ مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری۔ صفحات ۱۲۸ قیمت درج نہیں۔

ناشر۔ مکتبہ قادریہ، واہگہ، لاہور

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ارشاد ہے، کہ اہل بیت اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چونکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دینی اور دنیوی دونوں طرح کا تعلق ہے اس لئے آپؐ کے حق میں ان حضرات کے حقوق بھی داخل ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ ان حضرات کی اطاعت کرے، ان حضرات سے محبت رکھے، ان کے عادل ہونے کا یقین رکھے، ان سے محبت رکھنے والوں سے محبت اور ان سے بغض رکھنے والوں سے بغض رکھے۔ مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری نے اس حقیقت کو سامنے رکھ کر عامۃ المسلمین کے نفع عام کے پیش نظر فضائل اہل بیت پر مستقل رسالہ لکھ دیا ہے جس میں اولاً فضائل اہل بیت پھر امہات المومنین کا ذکر خیر، پھر چاروں صاحب زادیوں کا تذکرہ، پھر حسنینؓ، حضورؐ کے عم محترم حضرت حمزہ رضؓ اور حضرت عباسؓ کا تذکرہ تحریر فرمایا ہے۔ پھر ان صحابہ رضؓ کا ذکر ہے جن کو آپؐ نے اہل بیت فرمایا۔ کتاب کے مطالعہ سے اہل بیت عظام کی عظمت و محبت اور اطاعت کے جذبات کی انگیخت ہوتی ہے۔ مولانا موصوف کی دونوں گراں قدر کتابیں مندرجہ پتہ پر دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کی جا سکتی ہیں۔

پاکستان آرمی میں

ڈائریکٹ شارٹ سروس کمیشن

شعبہ دینی تعلیمات آرمی ایجوکیشن کور

پاکستان آرمی کو ایسے باصلاحیت افراد کی ضرورت ہے جو بطور آفیسر دینی معلم کے فرائض سرانجام دے سکیں مطلوبہ قابلیت اور شرائط انتخاب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تعلیمی قابلیت: حکومت پاکستان کے منظور شدہ دینی مدارس سے سند فراغت اور ایم اے اسلامیات

نوٹ: جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے تخصص کی سند ایم اے اسلامیات کے برابر تصور کی جائے گی۔

۲۔ عمر ۱۵ اپریل ۱۹۸۹ء کو ۳۵ سال تک (پاکستان آرمی کے مولوی صاحبان کے لئے عمر میں خصوصی رعایت ہو سکتی ہے)

۳۔ کمیشن: منتخب امیدواروں کو پی ایم اے میں ۶ ماہ تک بطور کیڈٹ ملٹری تربیت حاصل کرنا ہوگی۔ تربیت کی کامیاب تکمیل پر انہیں آرمی ایجوکیشن کور (شعبہ دینی) میں کیپٹن کا عارضی عہدہ دیا جائے گا۔

ایم فل اسلامیات، ایل ایل ایم شرعیہ، پی ایچ ڈی اسلامیات کے حامل حضرات کو میجر کا عہدہ بھی دیا جا سکتا ہے

نااہل امیدوار: ا۔ جو اس سے قبل دو بار آئی ایس ایس بی / جی ایچ کیو سلیکشن بورڈ کے ذریعے مسلح افواج میں کسی قسم کے کمیشن کے لئے مسترد کر دیئے گئے ہیں۔

ب۔ میڈیکل بورڈ کے ذریعے آرمی / نیوی / ائرفورس کیلئے نااہل قرار دیئے گئے امیدوار درخواست دے سکتے ہیں لیکن ایسے امیدواروں کو اپیل میڈیکل بورڈ کے ذریعے دوبارہ طبی معائنہ کروانا ہوگا۔

ج۔ برخاست شدہ یا گورنمنٹ سروس سے نکال دیئے جانے والے افراد یا وہ جن کو سرکاری ملازمت دوبارہ اختیار کرنے سے کسی مجاز اتھارٹی نے روک دیا ہو۔

۴۔ ملازمت کی جگہ: پاکستان اور بیرون پاکستان کسی بھی جگہ پر۔

۵۔ پیشہ ورانہ تربیت: کمیشن پانے کے بعد ضروری پیشہ ورانہ تربیت دی جائے گی۔

۶۔ طریق انتخاب: (ا) کسی سرکاری ہسپتال میں طبی معائنہ (ب) تحریری امتحان اور ٹسٹ آئی ایس ایس بی (ج) انٹرویو / حتمی انتخاب جنرل ہیڈ کوارٹرز۔

۷۔ درخواست کے ہمراہ درج ذیل دستاویزات منسلک کریں (ا) ڈی پی اے کے نام ۱۰/- روپے کا کراس شدہ پوسٹل آرڈر (ب) چار عدد پاسپورٹ سائز تصدیق شدہ تصاویر (ج) میٹرک اور دوسری اسناد / ڈگری کی دو عدد تصدیق شدہ نقول (د) پرنسپل / سربراہ ادارہ / کلاس ۱ گزیٹڈ آفیسر کا جاری کردہ کریکٹر سرٹیفکیٹ (ہ) آزاد کشمیر کی شہریت اور سٹیٹ سبجیکٹ کلاس ۱ امیدواروں کے لئے پشتنی سرٹیفکیٹ ضروری ہے۔

۸۔ درخواستیں مجوزہ فارم پر پی اے ۳ (ڈی) اے جی برانچ جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی کے نام ۱۰/- روپے کے کراسڈ پوسٹل آرڈر بنام ڈی پی اے کے ۲۰ اپریل ۱۹۸۹ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواستوں کے فارم ریکروٹنگ آفیسرز / سٹیشن ہیڈ کوارٹرز / سمجھرز بورڈز سے ۱۰/- روپے کا کراسڈ پوسٹل آرڈر بنام ڈی پی اے دکھا کر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

نوٹ: وہ حضرات جو ایم اے اسلامیات کے ساتھ درس نظامی کی سند فراغت نہ رکھتے ہوں درخواست دینے کے اہل نہیں ہیں۔

پاکستان آرمی

Adarts-CAR-2 88